جلد:03

جمادی الاخریٰ/رجب المرجب 1445ھ | جنوری 2024ء

شمارہ:01

ماہنامہ خواتین

ویب ایڈیشن

کمر کے درد کا روحانی علاج

فجر کی سنّتوں اور فرض کے درمیان 41 بار سُوْرَۃُ الْفاتِحہ پڑھئے، ہر بار پہلے بِسْمِ اللّٰہ شریف بھی پڑھئے۔ (بیمار عابد، ص37) اِنْ شَآءَ اللّٰہ کمر کے درد سے نجات ملے گی۔

بے اولاد جوڑے متوجہ ہوں!

یَااَوَّلُ 41 بار روزانہ پڑھئے، صاحبِ اولاد ہو جائیں گے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔ (مدت: 40 دن) (زندہ بیٹی کنویں میں پھینک دی، ص22)

کمر اور جوڑوں کا درد

حدیثِ پاک میں ہے: اِسْتَشْفُوْا بِالْحُلْبَۃِ یعنی "میتھی سے شفا حاصل کرو۔" (تنزیہ الشریعۃ، 2/246)

میتھی کو عربی میں حُلبہ، فارسی میں شنبلیلہ، پشتو میں ملخوزہ اور انگریزی میں (فینوگریک) FENUGREEK بولتے ہیں۔

1 میتھی کا استعمال کمر درد، تلّی کے وَرَم اور گنٹھیا (جوڑوں کے درد) وغیرہ میں نافع (یعنی فائدہ مند) ہے۔ 2 میتھی دانے گُڑ کے ساتھ جوش دے کر استعمال کرنے سے کمر اور جوڑوں کے درد میں آرام آتا ہے۔ 3 گنٹھیا (یعنی جوڑوں کے درد) کے لئے میتھی کے دس گرام تازہ پتے پانی میں پیس کر صبح نہار منہ استعمال کیجئے۔ (میتھی کے پتے سبزی والوں سے مل سکتے ہیں)

(رسالہ: میتھی کے 50 مدنی پھول، ص1، 3)

نوٹ: ہر غذا اور دوا اپنے ڈاکٹر یا حکیم کے مشورے سے ہی استعمال کیجئے۔
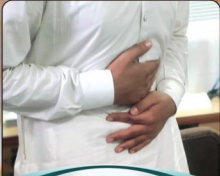
اپنڈکس کا روحانی علاج

آیَۃُ الْکُرسی 11 بار اور یَاعَظِیْمُ 7 بار (اوّل آخر تین بار دُرود شریف) پڑھ کر ایک چٹکی نمک پر دَم کر کے اس کو پانی میں ڈال کر پی لیجئے۔ یہ عمل دن میں تین بار کیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ اپنڈکس ختم ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص43)

فہرست

چیف ایڈیٹر

مولانا ابو الابصار قادری عطاری

سینئر معاون

مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

ڈیزائنر

ابو محمد عطاری

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریری طور پر) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیہ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

WhatsApp 0348-6422931

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

مناجات

کب گناہوں سے کَنارا میں کروں گا یارب!

کب گناہوں سے کَنارا میں کروں گا یارب!
نیک کب اے مرے اللہ! بنوں گا یارب!

کب گناہوں کے مَرَض سے میں شِفا پاؤں گا
کب میں بیمار مدینے کا بنوں گا یارب!

آہ! بنتا ہوں مُعزّز جو کُھلے حشر میں عیب
آہ! رُسوائی کی آفت میں پھنسوں گا یارب!

عفْو کر اور سدا کے لئے راضی ہو جا
گر کرم کر دے تو جنّت میں رہوں گا یارب!

دے دے مرنے کی مدینے میں سعادت دیدے
کس طرح سندھ کے جنگل میں مروں گا یارب!

کاش! ہر سال مدینے کی بہاریں دیکھوں
سبز گُنبد کا بھی دیدار کروں گا یارب!

اِذْن سے تیرے سرِ حَشر کہیں کاش! حُضور
ساتھ عطّاؔر کو جنّت میں رکھوں گا یارب!

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ
وسائلِ بخشش (مُرمّم)، ص84

منقبت

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صِدّیقِ اکبر کا

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صِدّیقِ اکبر کا
ہے یارِ غار محبوبِ خدا صِدّیقِ اکبر کا

رُسُل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالَم سے
یہ عالَم میں ہے کس کا مرتبہ صِدّیقِ اکبر کا

گدا صدّیقِ اکبر کا خدا سے فضل پاتا ہے
خدا کے فضل سے ہوں میں گدا صِدّیقِ اکبر کا

نبی کا اور خدا کا مدح گو صِدّیقِ اکبر ہے
نبی صِدّیقِ اکبر کا خدا صِدّیقِ اکبر کا

ضعیفی میں یہ قوت ہے ضعیفوں کو قوی کر دیں
سہارا لیں ضعیف و اَقویا صِدّیقِ اکبر کا

ہوئے فاروق و عثمان و علی جب داخلِ بیعت
بنا فخرِ سلاسل سلسلہ صِدّیقِ اکبر کا

لُٹایا راہِ حق میں گھر کئی بار اس محبّت سے
کہ لُٹ لُٹ کر حَسَنؔ گھر بن گیا صِدّیقِ اکبر کا

از: برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ
ذوقِ نعت، ص76

63 نیک اعمال

پیغامِ بنتِ عطار

نیک عمل نمبر14

آج کوئی بھی کام کرتے وقت دن کے اُجالے کی پروا کی جاتی ہے نہ رات کے اندھیرے کی۔ حالانکہ قیامت میں یہ دونوں ہمارے ہر کام پر گواہ ہوں گے، جیسا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: **دن** انسان کو پکار کر کہتا ہے: اے ابنِ آدم! میں نئی مخلوق ہوں۔ تو جو بھی عمل کرے گا (قیامت کے دن) میں تجھ پر گواہ ہوں گا۔ لہٰذا مجھ میں اچھا عمل کر، تاکہ قیامت کے دن میں تیرے حق میں گواہی دوں۔ کیونکہ میرے گزرنے کے بعد تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔[1]

قیامت کے دن میدانِ محشر میں ہمارے تمام اعمال کو ہمارے سامنے لایا جائے گا۔ جیسا کہ سورۂ تکویر میں ارشاد ہوا: وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ (پ30، التکویر:10) ترجمہ کنز العرفان: اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے۔ یعنی اے ابنِ آدم! تیرا وہ نامہ اعمال جس میں لکھا جارہا ہے قیامت کے دن تیرے سامنے کھول دیا جائے گا اور تو اس میں لکھی ہوئی باتوں کو دیکھے گا۔[2]

قیامت کے دن حساب کتاب کی اہمیت ہمارے بزرگ ہمیشہ ہمیں بتاتے ہی رہے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنا حساب کتاب کرلو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کتاب کیا جائے۔ کیونکہ یہ زیادہ آسان ہے یا فرمایا: یہ تمہارے حساب کے لئے زیادہ آسان ہے۔ اپنی جانوں کا وزن کرلو اس سے پہلے کہ ان کا وزن کیا جائے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں سب سے بڑی پیشی کے لئے خود کو تیار کرلو۔ اس دن تم سب اس حال میں پیش کئے جاؤ گے کہ تم میں سے کسی کی کوئی چھپی ہوئی حالت چھپ نہ سکے گی۔[3]

یاد رکھئے! دنیا میں کئے گئے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا اور وہی لوگ آسانی سے حساب دے سکیں گے جو دنیا میں اپنے اعمال کا جائزہ لیا کرتے اور اُخروی معاملات میں غور و فکر کے عادی ہوں گے۔ الحمد للہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے ہمیں بھی اپنے اعمال کا جائزہ لینے کا ذہن بنانے کے لئے 63 نیک اعمال کا عظیم الشان تحفہ عنایت فرمایا ہے۔ ابھی وقت ہے عمل کرنے کا، آخرت کی تیاری کرنے اور اخروی معاملے میں غور و فکر کرنے کا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان 63 نیک اعمال

کے مطابق روزانہ کی بنیاد پر اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور جن نیک اعمال میں کمی رہی انہیں اپنانے اور جن اعمال کو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اُنہیں مستقل اپنانے کی عادت ڈالیں۔

اپنے اعمال کا جائزہ لینا عقل مندی کا کام اور آخرت کی فکر کرنا بہترین عبادت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے (آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر غور وفکر کرنے کو 60 سال کی عبادت سے بہتر ارشاد فرمایا ہے۔[4] جبکہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ (آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر کا غور وفکر تمام جنوں اور انسانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔[5]

63 نیک اعمال کا رسالہ ہمیں نیک اعمال کا عادی بنانے کے لئے عطا فرمایا گیا ہے، چنانچہ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس رسالے پر استقامت پانے کے لئے نیک عمل نمبر 14 میں ہے:

کیا آج آپ نے اپنے اعمال کا جائزہ لیتے ہوئے نیک اعمال کے رسالے کے خانے پُر کئے؟

بلاشبہ اعمال کا جائزہ لینے کے بہت فوائد ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے کہ سمجھ دار ہے وہ جو اپنے نفس سے پوچھ گچھ کرے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور عاجز ہے وہ جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ پاک سے انعام کی اُمید رکھے۔[6]

معلوم ہوا! اپنے اعمال کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے، یہ وہ اہم ترین کام ہے جس کی برکت سے ہم اپنی نیکیوں میں مزید اضافہ کر سکتی ہیں اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس سوال کے مطابق ہمیں روزانہ اپنا جائزہ لینا ہے کہ ہم نے کون کون سے عمل کئے اور کون کون سے عمل نہیں کئے، تا کہ جو نہیں کئے ان پر کُڑھنے اور جو کئے اُن پر مستقل مزاجی سے عمل کرنے کا ذہن بنے۔ بلکہ اگر ہم بغور جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ نیک اعمال کے رسالے میں موجود کئی نیک اعمال پر ہمارا پہلے سے ہی عمل ہے اور اگر بعض نیک اعمال پر عمل مشکل محسوس ہو بھی تو ہمت نہ ہاریئے، کیونکہ کئی کام پہلے مشکل محسوس ہوتے ہیں، بعد میں آسان ہو جاتے ہیں، کیونکہ جب کسی کام کی عادت ہو جائے تو قوتِ برداشت پیدا ہو جاتی ہے، آہستہ آہستہ عمل میں اضافہ ہوتا اور گناہوں سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ اگر کوئی نیک عمل مشکل معلوم ہو تو ہمت نہ ہاریئے، بلکہ یہ فرمانِ مصطفےٰ یاد رکھئے کہ اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ اَحْمَزُهَا یعنی افضل عبادت وہ ہے جس میں تکلیف زیادہ ہو۔[7] جبکہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جو عمل دنیا میں جتنا زیادہ دشوار ہو گا بروزِ قیامت میزانِ عمل میں اتنا ہی وزن دار ہو گا۔[8] ہمیں بھی نیک اعمال کے رسالے پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ ہماری دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں۔

ہمارے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے ہمیں نیک اعمال کا جو رسالہ عطا فرمایا ہے اس کو غور سے پڑھنے کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے بچنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھنے کا ذہن بنتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نہ صرف خود اس پر عمل کریں، بلکہ زیادہ تعداد میں خرید کر تقسیم بھی کریں تا کہ دیگر خواتین بھی اس پر عمل کر کے باعمل بن جائیں اور ہر اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کو اپنے علاقے کی ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنائیں۔ یہ رسالہ بآسانی مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے ہدیۃً حاصل ہو جائے گا۔ بذریعہ اینڈرائیڈ ایپلیکیشن نیک اعمال کا رسالہ Play Store سے ڈاؤن لوڈ کر کے بھی Fill کیا جاسکتا ہے۔

ہمیں اس نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ آج ہی اس پر عمل شروع کر دینا چاہیے اور روزانہ وقتِ مقررہ پر رسالے میں دیئے گئے ہر نیک عمل کے نیچے 31 دنوں کے حساب سے جو خانے دیئے گئے ہیں، جن نیک اعمال پر عمل کی سعادت ملی نیچے خانے میں (✓) کا نشان لگائیے اور عمل نہ ہونے کی صورت میں (0) بنا دیجئے۔

یاد رکھئے! جو خوش نصیب خواتین نیک اعمال کے رسالے کی خانہ پُری کرتی ہیں وہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی اس دعا میں سے حصہ پاتی ہیں: "یا اللہ! جو تیری رضا کے لیے نیک اعمال پر عمل کر کے روزانہ اس رسالے میں دیئے گئے خانے پُر کر کے ہر ماہ اپنی ذیلی مشاورت نگران کو جمع کروائے تو اس کے عمل میں استقامت عطا فرما کر اُس کو اپنی مقبول بندی بنالے۔"

اللہ پاک ہمیں بھی آخرت کے معاملات پر غور و فکر کرنے اور اپنے مرشدِ کریم کی دعاؤں میں سے حصہ پانے والی بنادے۔ اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر قرطبی، جزء:19، 10 / 201 (2) تفسیر در منثور، 8 / 428 (3) الزھد لابن المبارک، ص103، حدیث:306 (4) جامع صغیر، ص365، حدیث:5897 (5) تفسیر روح البیان، 9 / 137 (6) مسند امام احمد، 6 / 78، رقم:17123 (7) کشف الخفاء، 1 / 141، رقم:459 (8) حلیۃ الاولیاء، 8 / 16، رقم:11215

اللہ پاک کی خفیہ تدبیر

ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ ام عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۠(۹۹) (پ9، الاعراف:99) ترجمہ کنز العرفان: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

مَکْر کے لغوی معنیٰ خفیہ تدبیر جبکہ عام محاورہ میں دھوکا و فریب مراد ہے اور یہاں آیت میں اس کا لغوی معنیٰ یعنی خفیہ تدبیر ہی مراد ہے۔[1] اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ گناہ پر قائم رہتے ہوئے اللہ پاک سے مغفرت کی امید رکھے۔[2] حالانکہ اللہ و رسول کی ہیبت کا دل سے نکل جانا سخت نقصان کا ذریعہ ہے۔ رب کی ڈھیل یا اس کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا خفیہ تدبیر ہے۔[3]

اس آیت میں گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ کیا کفار اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ اس کے ڈھیل دینے اور دنیوی نعمتیں دینے پر مغرور ہو کر اس کے عذاب سے بے فکر ہو گئے ہیں؟ سن لو! خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے فکر ہوتے ہیں اور اس کے مخلص بندے اس کا خوف رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے خوف کا دل سے نکل جانا سخت نقصان کا سبب ہے۔ اللہ پاک کی ڈھیل یا اس کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا یہ اس کی خفیہ تدبیر ہے۔ لہٰذا ہر وقت اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہئے۔[4]

ہمارے بزرگانِ دین ہمیشہ اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہے اور کبھی بھی اس حوالے سے غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے، حضور نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی: جب سے اللہ پاک نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے، تب سے میں اس خوف میں مبتلا ہوں کہ کہیں مجھ سے کوئی نافرمانی نہ ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں![5]

ذرا سوچئے! یہ حال فرشتوں کے سردار کا ہے تو ہم کس شمار میں ہیں! بلاشبہ ہر دور میں ہمارے بزرگانِ دین ہمیں بار بار یہ درس دیتے رہے ہیں کہ کبھی بھی اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے غافل نہ ہونا، یہاں تک کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار میں نے مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک باغ کی دیوار کے پاس دیکھا کہ وہ اپنے آپ سے فرما رہے ہیں: واہ! لوگ تجھے امیر المومنین کہتے ہیں اور تو اللہ پاک سے نہیں ڈرتا! اگر تو نے رب کا خوف نہ رکھا تو عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔[6]

آہ! کبھی اپنی عبادت پر فخر کیجئے گا نہ کبھی اپنی دینی خدمات پر غرور کیجئے گا کہ معلوم نہیں ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو گا یا نہیں! حضرت عبد اللہ موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں ایک غم زدہ شخص تھا جس کو قَضِیْبُ الْبَان یعنی بان درخت کی شاخ کے نام سے پکارا جاتا تھا، اس کے احترام اور رُعب کے باعث کوئی اس سے کلام کی ہمت نہیں رکھتا تھا، وہ بہت رویا کرتا تھا۔ حضرت عبدُ اللہ موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس سے رونے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کا سبب پوچھا تو اس نے روتے ہوئے جواب دیا کہ میں نے اپنے جس عبادت

گزار شیخ کی 40 سال خدمت کی تھی اس نے مرنے سے تین دن پہلے وصیت کرتے ہوئے کہا: میری عمر کے تین دن باقی ہیں، میں کفر کی حالت میں مروں گا۔ مرنے کے بعد مجھے تابوت میں رکھ کر شہر سے باہر لے جاکر طلوعِ آفتاب تک ٹھہرے رہنا۔ ایک قافلہ تابوت لئے گزرے گا جو اپنا تابوت رکھ کر میرا تابوت لے جائیں گے، تو تم دوسرا تابوت لے آنا اور اس میں موجود شخص کو نکال کر اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو تم پر لازم ہے۔ یہ سن کر میں نے روتے ہوئے پوچھا کہ آخر ایسا معاملہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ جواب دیا: یہ سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ تین دن گزرنے کے بعد شیخ بے چین ہو گیا، اس کا رنگ تبدیل ہو گیا، چہرہ کالا ہو کر مشرق کی طرف گھوم گیا اور وہ منہ کے بل گر کر مر گیا۔ اس کی موت پر میں بہت رویا اور مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ جسے اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد جب بھی میں باہر نکلتا ہوں تو میرے چہرے پر بُرے خاتمے کے خوف کے آثار ہوتے ہیں اور اسی لئے میں لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔[7]

یاد رکھئے! جن کے دلوں میں اللہ پاک کی عظمت اور اس کی ذات و صفات کی پہچان جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی ان کے دلوں میں خوفِ خدا زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک کا فرمان ہے: اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ22، الفاطر:28) ترجمہ کنزالعرفان: اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے: اور اس کی صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔[8] بخاری شریف کی حدیثِ پاک میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کی قسم! میں اللہ پاک کو سب سے زیادہ جاننے اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔[9]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو اپنے دین پر بے خوف ہو گا اس سے دین چھین لیا جائے گا۔ ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے: جب تم کافروں کا حال اور ان کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سنو تو اپنے متعلق بے خوف مت ہو جانا، کیونکہ معاملہ بہت خطرناک ہے اور تم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہو گا اور تمہارے متعلق غیب میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے! لہٰذا ان اوقات کی صفائی سے دھوکا مت کھانا، کیونکہ ان کے نیچے گہری آفتیں موجود ہیں۔[10]

اللہ پاک کی خفیہ تدبیر ہمارے بارے میں کیا ہے! ہم نہیں جانتیں۔ اگر کوئی نماز پڑھتی ہے، نیکیاں کرتی ہے تو بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جنت میں جائے گی اور اس کا ایمان سلامت رہے گا۔ بلکہ کسی کو معلوم نہیں کہ کس کے بارے میں اللہ پاک کی خفیہ تدبیر کیا ہے! ہر ایک کو یہی خوف ہونا چاہئے کہ نہ جانے اس کے متعلق اللہ پاک کی خفیہ تدبیر کیا ہو گی! لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ جو کچھ اللہ پاک کے علم میں ہے ہمیں وہی سب کچھ کرنا پڑے گا! نہیں نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہم کرنے والی ہیں وہ سب اللہ پاک کو پہلے ہی معلوم ہے۔[11]

یاد رکھئے! اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے جو نہیں ڈرتیں وہ سراسر دھوکے میں ہیں، کیونکہ بعض خواتین دنیاوی نعمتوں کو دیکھ کر سمجھتی ہیں کہ وہ اللہ پاک کے نزدیک عزت والیاں ہیں۔ حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دنیاوی نعمتیں ان کی ذلت و رسوائی کا باعث ہوں! ☆اسی طرح بعض خواتین گناہ پر اصرار کرنے کے باوجود یہ امید رکھتی ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حالانکہ اللہ پاک سے اس طرح کی اُمید باندھنا بھی دھوکا ہے۔ اس کا علاج یہ سوچ ہے کہ اللہ پاک نیکوں کو پسند فرماتا اور گناہ گاروں کو ناپسند کرتا ہے۔ لہٰذا تقویٰ اختیار کیا جائے تاکہ ہر قسم کے دھوکے سے بچا جا سکے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنے کی توفیق، تقویٰ اور اپنا خوف عطا فرمائے۔ اٰمین ثم اٰمین

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 3/390 (2) تفسیر در منثور، 3/507 (3) تفسیر نور العرفان، ص259 (4) تفسیر صراط الجنان، 3/390 (5) شعب الایمان، 1/521، حدیث: 915 (6) کیمیائے سعادت، 2/892 (7) الروض الفائق، ص18 (8) تفسیر خزائن العرفان، ص810 (9) بخاری، 4/127، حدیث: 6101 (10) منہاج العابدین، ص198 (11) صفوں میں کھڑے بچوں کو پیچھے کھینچنا کیسا؟ ص10 ماخوذاً

نمازِ فجر کی اہمیت و فضیلت

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

حضرت جُندَب رضی اللہُ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے صبح کی نماز پڑھی تو وہ اللہ پاک کی امان میں ہے۔ لہٰذا (کوشش کرو کہ) اللہ پاک تم سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ نہ فرمائے، کیونکہ جب وہ کسی سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائے گا تو اس کی سخت پکڑ فرمائے گا اور پھر اسے اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔[1]

شرحِ حدیث

فجر کا معنی صبح ہے۔ فجر کی نماز کو صبح کی نماز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ صبح کے وقت پڑھی جاتی ہے۔[2] یہ نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی۔[3] حضرت آدم علیہ السلام نے صبح ہونے کے شکرانے میں دو رکعتیں سب سے پہلے ادا کیں تو یہ نمازِ فجر ہو گئی۔[4]

شیخ عبدُ الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہِ علیہ ذکر کی گئی حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس سے اللہ پاک کے عہد اور اُس کی طرف سے لازم کئے ہوئے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہو اور اللہ پاک اس پر تم سے پوچھ گچھ فرمائے۔ صبح کی نماز ادا کرنے والے کسی بھی شخص کو تکلیف نہ پہنچاؤ کہ اِس طرح اللہ پاک کا عہد ٹوٹتا اور اُس کی امانت میں خیانت ہوتی ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ پاک تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا اور اُس کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت بھی نہیں ہے۔[5] جبکہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ پاک کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حُرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ حدیث کے اس حصے "ربِّ کریم تم سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ نہ فرمائے" کے تحت لکھتے ہیں: یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنتِ الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔[6]

نماز دینِ اسلام کا ایک اہم رکن اور توحید و رسالت کا اقرار کرنے کے بعد سب سے پہلا فریضہ ہے۔ یہ معراج کا تحفہ اور پیارے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ فجر کا وقت چونکہ غفلت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت عموماً نیند کا بھی غلبہ ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں نرم بستر چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھنا نفس پر بہت دشوار محسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا کئی آیات و احادیث میں نمازِ فجر کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآنِ پاک میں ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (پ15، بنی اسرائیل:78) ترجمہ کنز العرفان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں صبح کے قرآن سے مراد نمازِ فجر ہے۔ اس کی فضیلت میں فرمایا گیا ہے کہ اس وقت میں دن اور رات کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔[7]

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہے: وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا (پ26، الفتح:9) ترجمہ کنز العرفان: اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ یہاں بُكْرَةً سے مراد نمازِ فجر اور اَصِیْلًا سے بقیہ چار نمازیں مراد ہیں۔[8]

حضرت علامہ عبد الرؤوف مُناوی رحمۃ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: جو فجر کی نماز اخلاص کے ساتھ پڑھے وہ اللہ پاک کی حفاظت میں ہے۔ خاص صبح (فجر) کی نماز کا ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس نماز میں تکلیف ہے، اس پر پابندی صرف وہی کر سکتا ہے

جس کا ایمان خالص ہو، اسی لیے وہ حفاظت کا حق دار ہوتا ہے۔[9] اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا منافقین پر سب نمازوں میں زیادہ بھاری نمازِ عشا و فجر ہے۔[10]

افسوس! مسلمانوں کی ایک تعداد جن میں خواتین بھی شامل ہیں نمازِ فجر کی اہمیت سے غافل ہیں کہ وہ خود نمازِ فجر کے لیے جاگتی ہیں نہ اپنے والد، بھائی، شوہر اور بچوں بچیوں کو جگاتی ہیں۔ افسوس! مائیں اپنے بچوں کو صبح اسکول جانے کے لیے تو جلدی جگاتی ہیں، لیکن نمازِ فجر کے لیے جگانے کا کہا جائے تو کہتی ہیں: بچے اٹھتے ہی نہیں۔ ذرا سوچئے! جب ایک ماں اسکول جانے کے لیے بچوں کو جلدی اٹھا سکتی ہے تو کیا وہ نمازِ فجر کے لیے نہیں اٹھا سکتی! یقیناً اٹھا سکتی ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ماں خود بھی نمازِ فجر کے لیے جاگے۔ جو خواتین فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھتیں یا اس معاملے میں حیلے بہانے کرتی ہیں وہ جان لیں کہ حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور کو ایک شخص کے متعلق بتایا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہا اور نماز کے لیے بھی نہ اٹھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا تھا۔[11]

امام ابو عبدُ اللہ محمد بن احمد قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات ثابت ہے کہ شیطان کھاتا، پیتا اور نکاح کرتا ہے تو اگر وہ پیشاب بھی کرلے تو اس میں کیا حرج ہے![12]

سانپ کا ڈر حافظِ ملّت حضرت علامہ مولانا حافظ عبدُ العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف کے ایک جلسے میں نماز کی اہمیت اور فرضیت کا بیان کرتے ہوئے فجر کے وقت نیند (سے آنکھ) نہ کھلنے کے عمومی عذر کو پیش کرکے فرمایا: بتاؤ! ایسا انسان جو کئی راتوں کا جاگا ہو، تھکا ہارا ہو، کسی اچھے کمرے میں اس کے لیے اچھے سے اچھا آرام دہ بستر لگا دو اور ہر طرح کے آرام کا سامان فراہم کر دو، اب اُس تھکے ہارے انسان سے اُس کمرے میں سونے کے لیے کہہ دو اور ساتھ میں یہ بھی کہہ دو کہ کمرے میں ایک سانپ رہتا ہے، تو بتاؤ! اس تھکے ہوئے اور کئی راتوں کے جاگے ہوئے انسان کو اُس آرام دہ کمرے میں نیند آئے گی؟ لوگوں میں سے کسی نے کہا: نہیں۔ تو فرمایا: کیوں نیند نہیں آئے گی! اس لیے کہ اِس انسان کے دل میں سانپ کا ڈر سما گیا، سانپ کا خوف پیدا ہو گیا تو اب اس کی نیند غائب ہو گئی۔ جب سانپ کے خوف سے نیند اُڑ سکتی ہے تو خدا کا خوف دل میں ہو اور نماز کے وقت نیند آجائے یہ کیسے ہو سکتا ہے![13]

یاد رکھئے! نمازِ فجر کے لئے جگانا حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر کے لئے نکلا تو آپ جس شخص کے پاس سے گزرتے اُسے نماز کے لئے پکارتے یا اپنے پاؤں مبارک سے ہلا دیتے۔[14] لہٰذا جو خوش نصیب مسلمان کسی کو فجر کی نماز کے لئے جگاتا ہے تو وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اِس ادا کو ادا کر رہا ہے۔

نمازِ فجر کے لیے آنکھ نہ کھلنے کا چونکہ ایک سبب رات دیر تک جاگنا بھی ہے، لہٰذا رات کو بلا ضرورت دیر تک جاگنے سے بچئے، نمازِ عشا و دیگر مصروفیات سے فارغ ہو کر جتنی جلدی ممکن ہو سو جایئے، دن میں کچھ دیر قیلولہ کر لیجئے، نمازِ فجر کے وقت جاگنے کے لیے Alarm لگا دیجئے یا نمازِ تہجد یا فجر میں اٹھنے کے لیے سوتے وقت پارہ 16 سورۃ الکھف کی آخری 4 آیتیں پڑھ لیجیے اور نیت کیجیے کہ مجھے اتنے بجے اٹھنا ہے۔ ان شاء اللہ آیاتِ مبارکہ پڑھنے کی برکت سے آنکھ کھل جائے گی۔[15] اللہ پاک ہم سب کو تمام نمازیں خصوصاً نمازِ فجر پابندی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

(1) مسلم، ص258، حدیث:1494 (2) شرح مشکل الآثار، 3/31 (3) فتاویٰ رضویہ، 5/68 (4) ردالمحتار، 2/16 (5) اشعۃ اللمعات، 1/324 (6) مراۃ المناجیح، 1/395 (7) تفسیر خازن، 3/185 (8) تفسیر نسفی، ص1141 (9) فیض القدیر، 6/213، حدیث:8793 (10) معجم کبیر، 10/99، حدیث:10082 (11) بخاری، 1/388، حدیث:1144 (12) عمدۃ القاری، 5/483، تحت الحدیث:1144 (13) حیاتِ حافظِ ملّت، ص230 (14) ابوداود، 2/33، حدیث:1264 (15) فیضانِ نماز، ص91، 92

میدانِ محشر میں جسمانی اعضا کی حالت (قسط19)

قیامت کے دن لوگوں کی حالت کیا ہو گی، قسط وار سلسلہ جاری ہے۔ اسی سلسلے میں پچھلے شمارے میں لوگوں کے بعض جسمانی اعضا کی حالتیں بھی بیان کی گئیں۔ مزید دیگر اعضا کی حالتیں جاننے سے پہلے یہ روایت بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ جس میں لوگوں کے اعضائے جسمانیہ کی مختلف حالتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: میری امّت کا حشر 10 الگ الگ قسموں پر ہو گا:

1. ان میں سے بعض بندر کی صورت میں ہوں گے یہ چغل خور ہوں گے۔
2. بعض سور کی شکل پر ہوں گے اور یہ نا جائز و حرام مال کھانے اور ظلماً ٹیکس لینے والے ہوں گے۔
3. بعض اوندھے ہو کر آئیں گے، ان کے سر نیچے اور پاؤں اوپر ہوں گے، انہیں چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا یہ سود خور ہوں گے۔
4. بعض اندھے ہوں گے جو یہاں وہاں بھٹک رہے ہوں گے، یہ ناانصافی سے فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔
5. بعض گونگے بہرے ہوں گے کہ کچھ نہیں سمجھتے ہوں گے، یہ اپنے اعمال پر خود پسندی کرنے والے ہوں گے۔
6. بعض اپنی زبانوں کو چبا رہے ہوں گے، ان کی زبانیں سینوں پر لٹکتی ہوں گی، ان کے منہ سے پیپ بہہ رہا ہو گا اور تمام محشر والے اُن سے گھن کریں گے، یہ وہ علما اور واعظین ہوں گے جن کے قول و فعل میں تضاد تھا۔
7. بعض کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں گے، یہ پڑوسیوں کو تکلیف دینے والے ہوں گے۔
8. بعض کو آگ کے تنوں پر سولی دی جائے گی، یہ لوگوں کی جھوٹی شکایتیں بادشاہ تک پہنچانے والے ہوں گے۔
9. بعض کی بدبو مردار کی بدبو سے بھی بُری ہو گی، یہ شہوات اور لذّات سے فائدہ اٹھانے والے اور اپنے مالوں میں سے اللہ پاک کا حقّ ادا نہ کرنے والے ہوں گے۔
10. بعض کو تارکول کی چادریں پہنائی جائیں گی، یہ تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے اور شیخیاں بگھارنے والے ہوں گے۔[1]

چہرے اور منہ کی حالت معلوم ہوا! قیامت کے دن مختلف لوگوں کے چہرے ان کے اعمال کی وجہ سے مختلف ہوں گے گویا کہ انہیں دیکھ کر معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اعمال دنیا میں کیسے تھے، اسی طرح ایمان والوں کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ بے شک میری امت میں سے نجات پانے والے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، پھر ان کے بعد والوں کے چہرے آسمان میں چمکنے والے روشن ستاروں کی طرح چمک دار ہوں گے، پھر ان کے بعد والوں کے چہرے بھی اسی کی مثل ہوں گے، پھر شفاعت حلال ہو گی۔[2] قرآنِ کریم میں بھی چہروں کی یہ مختلف کیفیات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر ہے: وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌۙ(۲)

(پ30،الغاشیۃ:2) ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن ذلیل و رسوا ہوں گے۔

یہ وہ چہرے ہوں گے جو دنیا میں اللہ والوں کے روبرو اکڑتے تھے، وہاں ہر طرح ذلیل ہوں گے، منہ کالے، دونوں ہاتھ

بندھے ہوئے اور گلے میں طوق ہو گا، ہر دروازے پر بھیک مانگیں گے مگر دھتکارے جائیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہوں گے۔[3] دوسرے مقام پر ہے: وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاعِمَةٌۙ (پ30، الغاشیۃ:8) ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن چین سے ہوں گے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت میں پرہیز گار مومنین چین میں ہوں گے، نہ انہیں سورج کی گرمی ستائے گی، نہ زمین کی تپش، نہ انہیں خوف ہو گا نہ غم، نہ رب کا عتاب ہو، نہ فرشتوں کی لعن طعن، نہ قیامت کی گھبراہٹ، کیونکہ یہ حضرات دنیا میں اللہ پاک کے خوف سے بے چین رہے اور دنیا میں خوفِ خدا کی بے چینی قیامت کے چین کا ذریعہ ہے۔[4] ایک مقام پر ہے: وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌۙ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌۚ وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌۙ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌؕ (پ30، عبس:38 تا 41) ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اس دن گرد پڑی ہو گی ان پر سیاہی چڑھ رہی ہو گی۔ یعنی جو لوگ سعادت مند ہیں ان کا حال یہ ہو گا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے ایمان کے نور سے یارات کی عبادتوں سے یا وضو کے آثار سے روشن ہوں گے اور حساب سے فارغ ہونے کے بعد وہ اللہ پاک کی نعمت، اس کے کرم اور اس کی رضا پر ہنستے ہوئے خوشیاں منا رہے ہوں گے اور جو لوگ بدبخت ہیں قیامت کے دن ان کا حال یہ ہو گا کہ (ان کی بدعملیوں کی وجہ سے) ان کے چہروں پر گرد پڑی ہو گی اور (ان کے کفر کی وجہ سے) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہو گی۔[5] ایک مقام پر ہے: یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌۚ (پ4، اٰل عمرٰن:106) ترجمہ: جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن اہلسنّت کے چہرے چمکتے ہوں گے[6] اور بدعتی و گمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔[7]

قرآنِ کریم میں چند دیگر مقامات مثلاً سورۂ قیٰمہ وغیرہ میں بھی چہروں کا کھلا اور مرجھایا ہوا ہونا بیان کیا گیا ہے، البتہ! ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروزِ قیامت ایک قوم کو اللہ پاک ان کی قبروں سے اس حالت میں اٹھائے گا کہ ان کے منہ سے بھڑکتی ہوئی آگ نکل رہی ہو گی۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اللہ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ (پ4، النسآء:10) ترجمہ: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں۔[8]

☆ قبلہ کی طرف تھوکنے والا بروزِ قیامت یوں اٹھایا جائے گا کہ اس کا تھوک اس کے چہرے پر ہو گا۔[9] ☆ جو دنیا میں دو رُخ والا ہو گا بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے آگ کے دو چہرے ہوں گے۔[10] ☆ آنسو کا قطرہ جس گال پر بہا ہو گا اللہ کریم اس جسم کو آگ پر حرام فرمادے گا، اس چہرے پر گرد پڑے گی نہ ذلت۔[11] ☆ بندہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی تک نہ ہو گی۔[12] ایک روایت میں ہے کہ جس نے لوگوں سے سوال کیا، حالانکہ اسے نہ تو فاقہ پہنچا تھا اور نہ ہی اس کی ایسی اولاد تھی جن کے اخراجات کو پورا کرنے کی اسے طاقت نہ ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہو گا۔[13] ☆ جس نے اس لیے قرآن پڑھا کہ اس کے ذریعے لوگوں سے کھائے تو بروزِ قیامت وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے کی ہڈیوں پر کچھ گوشت نہ ہو گا۔[14]

---

❶ تفسیر قرطبی، الجزء التاسع عشر، 10/ 125، 124 ❷ بخاری، 2/ 393، حدیث: 3254 ❸ تفسیر صراط الجنان، 10/ 646 ❹ تفسیر صراط الجنان، 10/ 649 ❺ خازن، 4/ 355 مفہوماً ❻ تفسیر ابن ابی حاتم، 3/ 729، رقم: 3950 ❼ تفسیر ابن ابی حاتم، 3/ 729، رقم: 3951 ❽ مسند ابی یعلیٰ، 6/ 272، حدیث: 7403 ❾ ابن خزیمہ، 2/ 278، حدیث: 1313 ❿ معجم اوسط، 4/ 370، حدیث: 6278 ⓫ جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، 10/ 195، حدیث: 20460 ⓬ بخاری، 1/ 497، حدیث: 1474 ⓭ شعب الایمان، 3/ 274، حدیث: 3526 ⓮ مصنف ابن ابی شیبہ، 5/ 238، حدیث: 7824

حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط 7)

شعبہ ماہنامہ خواتین

گزشتہ سے پیوستہ پچھلی قسط میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سیدہ حلیمہ پر نوازشوں کے سلسلے میں ذکر کیا گیا کہ انہیں حضور کی سب سے پہلی برکت یہ ملی کہ انہیں اور ان کے پورے گھرانے کو عشقِ سرکار کی دولت نصیب ہوئی اور پھر اسی حوالے سے سیدہ حلیمہ کے پورے گھرانے کی مثالیں بھی ذکر کی گئیں۔ چنانچہ اسی سلسلے میں مزید عرض ہے:

حضور کی اپنے رضاعی والدین اور بھائی بہنوں سے محبت

اگر سیدہ حلیمہ سعدیہ اور ان کے گھرانے کا ہر ہر فرد حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے والہانہ محبت رکھتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ جیسا کہ ابو داود شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد حاضر ہوئے، آپ نے ان کے لئے کپڑے کا کچھ حصہ چھوڑ دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ کی رضاعی والدہ یعنی سیدہ حلیمہ حاضر ہوئیں تو آپ نے ان کے لئے بھی چادر کا دوسرا کنارا چھوڑ دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد آپ کے رضاعی بھائی پہنچے تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ ان کے سامنے بیٹھ گئے۔[1] یعنی رضاعی بھائی کو آتا دیکھ کر حضور کھڑے ہو گئے اور چادر پر اپنی جگہ بھائی کو بٹھا دیا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، آپ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ آپ کے رضاعی والدین اور بھائی سب آپ کی چادر مبارک پر ہی بیٹھیں۔[2]

مسلمانوں کی جب قبیلۂ ہَوازِن سے جنگ ہوئی اور ان کے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی ہوئے تو ان میں حضور کی رضاعی بہن شیما بھی شامل تھیں جو اس وقت تک ایمان نہ لائی تھیں۔ قید ہونے کے بعد بارگاہِ نبوی میں عرض کی: میں آپ کی رضاعی بہن ہوں، (چونکہ آپ نے انہیں بچپن کے بعد اب دیکھا تھا اس لئے) فرمایا: اس کی کیا علامت ہے؟ (کہ تم میری رضاعی بہن ہو؟) انہوں نے ایک نشانی دکھائی جسے حضور پہچان گئے اور اپنا بچپن یاد کر کے آب دیدہ ہو گئے، پھر اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر انہیں نہایت عزت و احترام سے بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے شیما سے ان کے والد اور والدہ کے متعلق پوچھا جس پر انہوں نے بتایا کہ ان دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضور نے ان کو اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو میرے پاس ٹھہر جائیں، یہاں انہیں عزت و محبت ملے گی اور اگر چاہیں تو اپنی قوم کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے قوم میں واپس جانا چاہا تو حضور نے انہیں تین غلام اور ایک باندی اور ایک یا دو اونٹ دینے کا حکم فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ابھی جعرانہ چلی جائیں، وہاں اپنی قوم کے پاس ٹھہریں، میں طائف جا رہا ہوں۔ وہ جعرانہ آ گئیں اور پھر واپسی پر حضور نے ان سے دوبارہ ملاقات کی اور انہیں خوب بکریاں اور بھیڑیں بھی عطا کیں، نیز ان کے باقی گھر والوں کو بھی نوازا۔[3]

امام نور الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب سیدہ شیما اپنی قوم میں پہنچیں تو ان کے قبیلے کے جو لوگ جنگ میں قیدی بنا لئے گئے تھے، انہوں نے ان سے عرض کی: حضور تمہارے رضاعی بھائی ہیں، اس لئے ان سے اپنی قوم کے قیدیوں کو مانگ لیں، ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے متعلق آپ کی بات مان لیں گے۔ چنانچہ جب شیما کی حضور سے دوبارہ ملاقات ہوئی اور انہوں نے حضور سے قیدیوں کو مانگا کہ جن کی تعداد 6 ہزار تھی تو حضور نے یہ سب قیدی ان کو ہبہ فرمادیئے اور انہوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ اس سے زیادہ شریفانہ معاملہ آج تک کبھی دیکھنے میں آیا نہ شیما سے زیادہ کوئی عورت اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوئی۔[4]

حضور کا اپنی رضاعی بہن سیدہ شیما سے اس طرح ملاقات کرنا اور پھر ان کی یوں عزت افزائی فرمانا بلاشبہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ کو اپنی رضاعت کے زمانے کی باتیں یاد تھیں اور آپ اپنے ان رضاعی رشتوں سے بھی خوب محبت فرماتے تھے۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس موقع پر بنی ہوازن کے قیدیوں کو جو آزاد کیا تھا وہ بھی صرف اسی رضاعی رشتے کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ حضرت محمد بن یوسف صالحی شامی اپنی کتاب سبل الہدیٰ میں فرماتے ہیں: حضور کے پاس بنی ہوازن کا وفد آیا جس میں 14 افراد تھے اور سب کے سب مسلمان تھے۔ اس وفد کے سربراہ زہیر بن صرد تھے۔ اس وفد میں حضور کے رضاعی چچا ابو برقان بھی تھے۔[5] بقول امام نور الدین حلبی زُہیر بن صرد کا لقب ہی ابو صرد اور ابو برقان تھا۔[6] چنانچہ ان لوگوں نے آکر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! ہم باعزت اور خاندانی لوگ ہیں، مگر ہم پر جو وقت آپڑا ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ہم پر احسان کیجئے، اللہ پاک آپ پر احسان کرے۔ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ نے جن قیدیوں کو پکڑا ہے ان میں آپ کی پھوپیاں، خالائیں اور آپ کو دودھ پلانے والیاں ہیں کہ جنہوں نے آپ کی نگہداشت کی۔ اگر ہم نے شام کے بادشاہ حارث یا عراقی بادشاہ نعمان ابنِ منذر کو دودھ پلایا ہوتا اور ہم پر ایسی مصیبت آئی ہوتی تو ہم اس سے بھی مہربانی کی امید کرتے جبکہ آپ تو ان میں سب سے بہتر ہیں![7]

اس پورے واقعے کی جزئیات اگرچہ سیرت و حدیث کی کئی کتب میں موجود ہیں اور امام نورُ الدین حلبی نے چونکہ ان میں سے کئی روایات کو اپنی کتاب سیرتِ حلبیہ میں ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے، لہٰذا سیرتِ حلبیہ کی روشنی میں باقی باتیں پیش خدمت ہیں۔ اس کے بعد زہیر نے اشعار کی شکل میں حضور سے مہربانی و کرم کی درخواست کی۔ ان میں سے چند اشعار کا مفہوم یہ ہے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! ہم پر کرم کر کے احسان فرمائیے، کیونکہ آپ ایک شریف آدمی ہیں اور ہم آپ سے کرم کی امید لے کر آئے ہیں۔ ان عورتوں پر احسان و کرم فرمائیے جن کا آپ دودھ پیا کرتے تھے اور جن کے دودھ کی دھاروں سے آپ کا منہ بھرا رہا کرتا تھا یعنی ہم ان نعمتوں کو بھولے نہیں چاہے آپ انکار کر دیں۔ ہم ان نعمتوں کا تذکرہ ضرور کرتے رہیں گے چاہے آپ ان کو فراموش کر جائیں اور ہمارے پاس تو اس دن کے بعد بھی وہ ذخیرے باقی رہیں گے۔ ہم آپ سے زبردست اور بہت بڑے عفو و کرم کی امید کر رہے ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی نیکی یہی ہے کہ معاف کیا جائے اور نیک سلوک کیا جائے۔ آپ اپنی ماؤں کو عفو و کرم کا لباس پہنائیے جن کی چھاتیوں کا دودھ آپ پی چکے ہیں کیونکہ کرم ہی سے دنیا میں شہرت و عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا: بہترین بات وہ ہے کہ جو سچی ہو، اس لئے یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنی عورتیں اور بچے پیارے ہیں یا مال و دولت؟

بخاری شریف میں یہ الفاظ موجود ہیں: میرے نزدیک سب سے اچھی بات وہ ہے جو سچ ہو، اس لئے دو چیزوں میں سے ایک چیز پسند کر لو: قیدی یا مال۔

ایک روایت میں ہے کہ میں تمہارا انتظار کرتا رہا، آخر میں نے یہ سمجھا کہ تم لوگ نہیں آؤ گے۔ کیونکہ طائف سے جعرانہ

واپسی کے بعد حضور نے مالِ غنیمت تقسیم فرمانے سے پہلے دس پندرہ دن تک بنی ہوازن کا انتظار فرمایا تھا۔

ایک روایت کے مطابق حضور نے ان لوگوں کی درخواست کے جواب میں فرمایا: چیزوں یعنی قیدیوں اور مال کی تقسیم کا کام مکمل ہو چکا ہے، اس لئے اب دو باتوں میں سے ایک ممکن ہے: یا تو میں تمہارے لئے مسلمانوں سے قیدی مانگ لوں یا مال۔ یہ سن کر بنی ہوازن نے عرض کی: ہمیں مال و دولت کی ضرورت نہیں، آپ ہمارے بال بچے ہمیں واپس دے دیجئے، ہمیں وہی زیادہ عزیز ہیں، نیز ہم بکریوں اور اونٹوں کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔

اس پر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اور بنی عبد المطلب کے حصے میں جو قیدی آئے ہیں وہ میں نے تمہیں دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا: جب میں لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھالوں تو تم لوگ کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم حضور کے ذریعے مسلمانوں سے سفارش کراتے ہیں اور مسلمانوں کے ذریعہ حضور سے سفارش کراتے ہیں کہ ہماری اولاد اور ہماری عورتوں کو چھوڑ دیا جائے۔

اس سے پہلے حضور ان سے یہ بھی فرما چکے تھے کہ اپنے اسلام کو ظاہر کر دینا اور کہنا کہ ہم تمہارے بھائی ہیں، تب میں لوگوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا۔ چنانچہ،

ظہر کی نماز کے بعد وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے وہ سب باتیں کہہ دیں جو حضور نے ان سے فرمائی تھیں۔ اس کے بعد حضور نے پہلے تو اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا: تمہارے یہ بھائی توبہ کر کے آئے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اس لئے جو شخص خوش دلی کے ساتھ ان کے قیدی واپس کر سکے وہ کر دے لیکن جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنا حصہ برقرار رکھے اور اس کے بعد اللہ پاک ہمیں جو مالِ غنیمت عطا فرمائے گا تو اس میں سے ہم اس کو دیں، تب وہ اپنا قیدی واپس کرے گا تو وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضور نے یوں فرمایا: لیکن جو شخص یہ چاہے کہ وہ ان قیدیوں میں سے جو اس کا حق ہیں ان کو روکنا چاہے تو اس کو آئندہ ہم جو قیدی بھی گرفتار کریں گے اس مال میں اس کو ہر آدمی کے بدلے چھ اونٹ دیں گے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص بغیر زبردستی یا مجبوری کے دینا چاہے وہ دے دے اور جو شخص اس کی قیمت لینا چاہتا ہے تو اس کی قیمت میرے ذمہ ہے! اس کے بعد حضور نے بنی ہوازن سے فرمایا: جہاں تک میرے اور بنی عبد المطلب کے حصے کا تعلق ہے وہ تمہیں دیا۔ یہ سنتے ہی تمام مہاجرین اور انصار نے بھی اعلان کیا کہ جو ہمارا ہے وہ ہم نے حضور کو دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور نے مسلمانوں سے فرمایا: یہ لوگ مسلمان کی حیثیت سے آئے ہیں میں نے ان کو اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو قیدیوں یعنی بیوی بچوں کو لے لیں اور چاہیں تو اپنا مال لے لیں مگر اپنی اولاد اور عورتوں کے مقابلے میں انہوں نے دوسری چیزوں سے انکار کر دیا ہے۔ اب تم میں سے جس کے پاس کوئی قیدی عورت ہو اور وہ خوشی سے اسے واپس کر سکتا ہے تو واپس کر دے لیکن جو بخشش کے طور پر انہیں واپس نہیں کرنا چاہتا تو وہ اپنے قیدی کو بطورِ قرض واپس کر دے اور اس کے بعد جو پہلا مالِ غنیمت حاصل ہو گا اس میں سے ہم اس کو ایک آدمی کے بدلے چھ اونٹ دیں گے! لوگوں نے عرض کی: ہم اس بات پر راضی ہیں اور اطاعت کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد صحابہ نے بنی ہوازن کی عورتیں اور بیٹے واپس کر دیئے۔[8]

بنی ہوازن کے قیدیوں پر بلاشبہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کرم فرمایا، اس کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ آپ کے رضاعی رشتے دار تھے اور آپ خود بھی ان کی آزادی چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مالِ غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم سے پہلے آپ نے چند دن تک ان کا انتظار بھی کیا تھا اور پھر جب وہ آئے تو انہیں ان کی آزادی حاصل کرنے کا طریقہ بھی خود ہی ارشاد فرمایا۔

---

(1) ابوداود، 4/434، حدیث: 5145 (2) سیرتِ حلبیہ، 1/130 (3) سبل الہدی، 5/333 (4) سیرتِ حلبیہ، 3/178 (5) سبل الہدی، 5/390 (6) سیرتِ حلبیہ، 3/178 (7) سیرتِ ابنِ ہشام، ص504 (8) سیرتِ حلبیہ، 3/179تا180

حضرت یُوسف علیہ السّلام کے معجزات و عجائبات (قسط19)

معجزات انبیا
شعبہ ماہنامہ خواتین

حضرت یعقوب علیہ السّلام کو خوش خبری سنانے والا شخص جب مصر سے چلا تو کافی دور ہی سے ہوا نے اللہ پاک کی اجازت سے حضرت یوسف علیہ السّلام کی خوشبو حضرت یعقوب تک پہنچا دی اور پھر جب وہ خوش خبری سنانے والا شخص خود وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے وہ کُرتا آپ کی آنکھوں پر اسی طرح رکھ دیا جس طرح حضرت یوسف علیہ السّلام نے اسے لپیٹا تھا، حضرت یعقوب علیہ السّلام دیر تک اس کرتے کی خوشبو سونگھتے رہے، پھر اچانک آپ کی بینائی واپس آگئی اور آنکھیں جیسے پہلے روشن تھیں ویسے ہی روشن ہو گئیں۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟ پھر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے حضرت یوسف کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط اٹھایا، اسے اپنے رخسار پر رکھا اور اپنے بیٹے کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ خط میں یہ لکھا ہوا تھا: اے میرے والد محترم! میں نے آپ کی زیارت کا ارادہ کیا مگر آپ کے پاس آنے لگا تو اللہ پاک نے مجھے یہ حکم دیا کہ آپ میرے پاس آئیں اور آپ میرے پاس رہیں تاکہ آپ کو دو خوشیاں حاصل ہوں: ایک ملاقات کی اور دوسری بخشش وعطا کی۔ خط کے آخر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ میں آپ کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کپڑوں کے 180 جوڑے اور زرّیں عمامے و کرتے اور دوپٹے، نیز ہر ایک کے لئے ایک خچر کہ جس کی زین اور لگام پر جواہرات جڑے ہوئے ہیں، بھیج رہا ہوں۔ ہر خچر کے ساتھ ایک غلام ہے اور میرے پاس ان میں سے ہر ایک کے لئے عمدہ کپڑے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مصر میں شان و شوکت کے ساتھ تشریف لائیں تاکہ کوئی آپ کو فقیر اور محتاج کہے نہ حقارت کی نظر سے دیکھے اور نہ یہ قبطی لوگ جو کافر ہیں آپ کی محتاجی اور مسکینی پر عار دلا سکیں۔ امام محمد غزالی فرماتے ہیں: یہی حالت قیامت کے دن ایک مومن کی ہو گی کہ جب وہ قبر سے نکلے گا تو دو پروں سے اڑنے والا ایک گھوڑا دیکھے گا جو ہر قسم کی زینت سے آراستہ ہو گا، اس کے ساتھ ایک مقرب فرشتہ بھی ہو گا جس کے پاس جنتی کپڑے ہوں گے، وہ فرشتہ مومن سے عرض کرے گا: اے اللہ کے دوست! یہ کپڑے پہن کر آراستہ ہو جایئے اور اس گھوڑے پر سوار ہو جایئے تاکہ آپ کے کافر دشمن آپ پر نہ ہنسیں۔[1]

اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السّلام نے غسل کیا، کپڑے پہنے، پھر اپنے سارے بچوں اور ان کے بچوں کو بھی کپڑے پہنائے اور مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ادھر نمائندے نے جب حضرت یوسف علیہ السّلام کو یہ خبر دی کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام اتنی مسافت پر پہنچ چکے ہیں تو انہوں نے سارے لشکر کو استقبال کے لئے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اگلی صبح ہوئی تو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے 30 ہزار جنگجو گھڑ سواروں کو دیکھا جو آپ کو دیکھتے ہی سب کے سب گھوڑوں سے اترے اور تعظیم کی۔ جس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ ان کے بیٹے کا لشکر ہے۔ جب مزید کچھ اور آگے بڑھے تو انہیں 30 ہزار مزید گھڑ سوار ملے، وہ بھی حضرت یعقوب علیہ السّلام کو دیکھتے ہی گھوڑوں سے اتر پڑے اور سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ بھی آپ کے بیٹے

حضرت یوسف کے لشکری ہیں۔ پھر حضرت یعقوب اور آگے بڑھے تو ہزار نہایت عمدہ اونٹنیاں اور چار ہزار خچر ملے، ہر ایک اونٹنی پر ریشمی کپڑا تھا اور اس پر ایک غلام آراستہ بیٹھا تھا، خچروں پر کجاوے رکھے ہوئے تھے جس میں سے ہر ایک میں دو دو لونڈیاں تھیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ بھی حضرت یوسف ہی کے ہیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السّلام مصر سے چار فرسنگ دور باب بلبیس پہنچے تو آپ کو وہاں 40 ہزار بوڑھے لوگ ملے، جب پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو عرض کی گئی کہ ان لوگوں کو حضرت یوسف نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ انہوں نے جو آپ کی مخالفت کی تھی اور بھائیوں سے خواب بیان کر دیا تھا، آپ ان کا یہ قصور ان بوڑھے لوگوں کے سبب سے بخش دیں۔ حضرت یعقوب یہ سن کر رونے لگے۔ پھر جب وہاں سے آگے بڑھے اور مصر کے قریب پہنچے تو دور سے ہی حضرت یعقوب علیہ السّلام نے ایک بہت بڑا اور خوبصورت کجاوہ دیکھا، معلوم ہوا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السّلام کا ہے۔

جب باپ بیٹے قریب ہوئے تو غیب سے کسی نے ایک تیر پھینکا، اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السّلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کچھ کہا مگر سنائی نہ دیا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ ایک قول کے مطابق آپ نے یہ کہا تھا: اے بَیْتُ الْحُزْن! یعنی اے غموں کے گھر! میں نے تجھے رخصت کیا کہ اب دوست دوست کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ادھر جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے والد ماجد کو دیکھا تو مصر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے مصر والو! تم سب میرے غلام ہو، میں نے اپنے والد سے ملنے اور ان کی زیارت کی خوشی میں تم سب کو آزاد کیا۔

امام محمد غزالی فرماتے ہیں: جب حضرت یوسف اپنے والد حضرت یعقوب کی وجہ سے سب غلام آزاد کر سکتے ہیں تو کیا عجب ہے کہ اللہ پاک اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاطر ان کی ساری امت کو دوزخ سے آزاد کر دے! کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت یوسف کے نزدیک حضرت یعقوب کی جس قدر بزرگی تھی اللہ پاک کے نزدیک آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بزرگی اس سے زیادہ ہے۔[1]

جب حضرت یوسف علیہ السّلام حضرت یعقوب علیہ السّلام کے مزید قریب آئے تو سواری سے نہ اترے بلکہ سواری پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے والد کے سینے سے لگ گئے۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السّلام نے آپ کی توجہ اس جانب دلائی کہ آپ اپنے والد کی تعظیم کے لئے سواری سے نہیں اترے تو آپ نے بھی محسوس کیا کہ واقعی والد ماجد سے ملنے کی خوشی میں ان کی اس بات کی طرف توجہ ہی نہ رہی، حالانکہ ان پر بھی لازم تھا کہ وہ اللہ کے نبی اور اپنے والد ماجد کی تعظیم کی خاطر عاجزی سے کام لیتے ہوئے سواری سے اتر کر ان کا استقبال کرتے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السّلام نے اس موقع پر اللہ پاک کا یہ پیغام ان تک پہنچایا کہ اللہ پاک عام طور پر اپنے ہر نبی کی آخری آرام گاہ کو اس کی امت کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رکھتا ہے مگر جس طرح آپ اپنے والد کی تعظیم کو خوشی میں بھول گئے تھے اب اللہ پاک آپ کی آخری آرام گاہ (یعنی قبر) کو لوگوں کے دلوں سے بھلا دے گا۔[2] چنانچہ

حضرت یوسف علیہ السّلام کے وصال کے بعد آپ کے مقام دفن میں سخت اختلاف پیدا ہوا گیا۔ ہر کوئی حصولِ برکت کے لئے اپنے ہی محلے میں دفن کرنے پر اصرار کرنے لگا۔ آخر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ آپ کو دریائے نیل کے بیچ میں دفن کیا جائے تاکہ دریا کا پانی آپ کی قبرِ منور کو چھوتا ہوا گزرے اور تمام مصر والے آپ کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ چنانچہ آپ کو سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے بیچ میں دفن کیا گیا۔ یہاں تک کہ چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے آپ کے تابوت شریف کو دریا سے نکال کر آپ کے آباؤ اجداد کی قبروں کے پاس ملکِ شام میں دفن فرمایا۔[3]

❶ بحر المحبہ، ص 155 تا 156 ❷ بحر المحبہ، ص 157 تا 158 ❸ روح البیان، 1/131

شرحِ سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(101)

جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **کھنچی:** اکڑی۔ **خداداد:** اللہ پاک کی طرف سے عطا کی ہوئی۔ **شوکت:** شان۔

مفہومِ شعر اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایسی شان عطا فرمائی جس کے سامنے غرور و تکبر سے اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں، آپ کی اس شان پر لاکھوں سلام۔

شرح اعلیٰ حضرت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رعب و دبدبہ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے بیان کر رہے ہیں کہ اللہ پاک نے حضور کو ایسی وجاہت و شوکت عطا فرمائی تھی کہ بڑے بڑے مغرور اور متکبر لوگوں کی اکڑی ہوئی گردنیں آپ کے سامنے ایسی جھکیں کہ پھر کبھی نہ اٹھ سکیں، حضور کی اس شان و عظمت کا عملی مظاہرہ فتحِ مکہ کے موقع پر اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے کہ جب ظالم و جفاکار مجرم آپ کے سامنے سر جھکائے، لرزتے کانپتے، مایوس و ناامید اپنی موت کے منتظر کھڑے تھے، مگر آپ نے سب کو معاف فرما دیا۔ یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہیبت و رعب سے کئی مرتبہ جابر و سرکش کانپ اٹھتے دیکھے گئے، جیسا کہ ایک مرتبہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ بدبخت ابوجہل سجدے کی حالت میں آپ کا سر کچلنے کے ناپاک ارادے سے ایک بھاری پتھر اٹھائے آگے بڑھا، مگر جونہی نزدیک پہنچا فوراً بوکھلا کر الٹے پاؤں واپس بھاگا، لوگوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں نے دیکھا کہ ایک انتہائی بھیانک اونٹ منہ کھولے دانت کچکچاتا ہوا مجھے ہڑپ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے! ایسا بھیانک اُونٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وہ جبریل تھے، اگر ابوجہل اور نزدیک آتا تو اُسے پکڑ لیتے۔[1] یہ دشمنوں کا حال تھا، آپ کے وقار و عظمت کی بنا پر خود صحابہ کرام اس قدر مرعوب ہوتے کہ ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا، نہایت سادگی کی کیفیت میں بھی آپ کا رعب و وقار برقرار رہتا، مثلاً ایک صحابیہ نے حضور کو اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے دونوں بازو ملا کر پیٹ کو رانوں کے ساتھ لگا رکھا تھا تو ان کے جسم پر ہیبت و خوف طاری ہو گیا اور وہ لرز اٹھیں، حالانکہ انہوں نے حضور کو پشت کی طرف سے دیکھا تھا۔[2]

(102)

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **ہمت:** طاقت، حوصلہ۔

مفہومِ شعر حضور نے جاگتی آنکھوں سے اللہ پاک کا دیدار کیا یہ کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے کہ کتنی ہمت کا کام ہے، آپ کی آنکھ مبارک کی ہمت پر لاکھوں سلام۔

شرح شبِ معراج حضور نے کس ہستی کا دیدار کیا؟ یہ پوچھنا ہو تو حضرت موسیٰ سے پوچھو! جو اس ہستی کے دیدار کا تقاضا کرتے رہے اور جب موقع ملا تو دیدار کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ مگر اسی ذات کا دیدار ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسے کیا کہ آپ کے تابِ نظارہ کی داد

دیتے ہوئے اللہ کریم نے خود فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (پ 27، النجم:17) ترجمہ کنز العرفان: آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔ گویا اس شعر میں امامِ اہلسنت نے قصۂ طور و معراج کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضور کا دیدارِ الٰہی کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی، بلکہ یہ آپ کی ہی ہمت تھی کہ جس کی ایک تجلی کے دیدار سے حضرت موسیٰ تو عاجز رہے مگر آپ نے خوب سیر ہو کر اس کا دیدار کیا۔ یہ اللہ پاک کی مرضی ہے کہ جس پر چاہا اپنا جلوہ ظاہر فرمادیا۔ چنانچہ دیدارِ الٰہی سے متعلق ہمارا نظریہ ہے کہ حضور نے حالتِ بیداری میں سر کی آنکھوں سے اللہ پاک کا دیدار کیا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: رَاَیْتُ رَبِّیْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا۔[3] یہی مؤقف اکابر صحابہ کرام، تابعین اور کئی بزرگانِ دین کا ہے، مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ یعنی حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔[4] قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کی گویا یوں وضاحت فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے مشہور قول کے مطابق حضور نے سر کی آنکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔[5]

(103)

گردِ مہ دستِ انجم میں رخشاں ہلال

بدر کی دفعِ ظلمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **گردِمہ:** چاند کے گرد۔ **دستِ انجم:** ستاروں کا جھرمٹ۔ **رخشاں:** روشن، چمک دار۔ **ہلال:** چاند۔ **دفع:** دور کرنا۔ **ظلمت:** اندھیرا۔

مفہومِ شعر میدانِ بدر میں کفر کی تاریکی کا خاتمہ کرنے والے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر لاکھوں سلام کہ جب اس طیبہ کے چاند کے گرد صحابہ ستاروں کے جھرمٹ کی طرح موجود تھے۔

شرح میدانِ بدر میں صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گرد یوں حلقہ بنایا ہوا تھا جیسے ستاروں نے چاند کو اپنے جھرمٹ میں لے رکھا ہو اور اس روز صحابہ کرام کی جاں نثاری کا عالم یہ تھا کہ کوئی اپنے اخلاص و وفاداری کا یقین دلانے کے لیے جوش و جذبے سے بھرپور عہد و پیماں کرتا نظر آرہا تھا، تو کوئی عرض کر رہا تھا: حضور! ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔[6] کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے اتارنے کا حکم دیں تو ہم یہ بھی کر گزریں گے۔[7] الغرض صحابہ نے میدانِ بدر میں جس جاں نثاری اور وفاداری کا ثبوت دیا تاریخِ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ 17 رمضان المبارک کو لڑی جانے والی اسلام اور کفر کے درمیان یہ پہلی جنگ ہے جس میں مسلمانوں نے تعداد اور سامانِ جنگ کی کمی کے باوجود انتہائی جُرأت و بہادری کا مُظاہرہ کرتے ہوئے کفر کے غرور کو خاک میں ملا ڈالا، اس دن کو قرآنِ مجید میں یوم الفرقان فرمایا گیا ہے۔

(104)

شورِ تکبیر سے تھر تھرائی زمین

جنبشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **تھرتھرائی:** کانپ اٹھی۔ **جنبش:** حرکت۔ **جیش:** لشکر۔ **نصرت:** مدد۔

مفہومِ شعر بدر کے میدان میں جن کی تکبیر کے شور سے زمین کانپ اٹھی تھی اس اللہ کی طرف سے مدد کیے گئے لشکر کی نقل و حرکت پہ لاکھوں سلام۔

شرح تعداد اور آلات و اسباب کم ہونے کے باوجود جب مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کر کے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو اللہ کی مدد فرشتوں کی شکل میں انہیں ضرور پہنچتی ہے، بدر میں بھی یہی حال تھا، چنانچہ اللہ پاک نے مسلمانوں کی مدد کے لئے پہلے ایک ہزار فرشتے نازل فرمائے، اس کے بعد یہ تعداد بڑھ کر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار ہو گئی، اس لیے اس لشکر کو جیشِ نصرت بھی کہا گیا ہے۔[8]

---

1 سیرت ابن ہشام، ص 117 2 ترمذی، 5/524، حدیث: 126 3 مسند امام احمد، 1/611، حدیث: 2580 4 ترمذی، 5/185، حدیث: 3290 5 الشفاء، 1/196 6 بخاری، 3/5، حدیث: 3952 7 شرح زرقانی، 2/268 8 شرح زرقانی، 2/286

مدنی مذاکرہ

پھل، کھانا کھانے سے پہلے کھانا چاہئے

سُوال: پھل، کھانا کھانے سے پہلے کھانا چاہئے یا بعد میں؟

جواب: اُصولاً پھل (Fruit) کھانے سے پہلے کھانا چاہئے لیکن ہمارے یہاں آج کل پھل عُموماً کھانے کے بعد کھایا جاتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر پھل ہوں تو پہلے وہ پیش کئے جائیں کہ طِبّی لحاظ سے ان کا پہلے کھانا زیادہ مُوافق ہے، یہ جلد ہضم ہوتے ہیں، لہٰذا ان کو معدے کے نچلے حصّے میں ہونا چاہئے پھر پھلوں کے بعد کھانے میں گوشت اور ثرید کو مقدم کرنا افضل ہے۔ (یعنی پھلوں کے علاوہ دیگر کھانے ہوں تو پہلے پھل کھائیں پھر گوشت وثرید۔)[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ رِوایت نَقل کرتے ہیں: کھانے سے پہلے تَربوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے[2]۔[3]

Strawberry کھانا کیسا اور کیا یہ جہنمی پھل ہے؟

سُوال: کیا Strawberry (اِسٹابری) کھانا جائز ہے؟ نیز آج کل سوشل میڈیا پر یہ بات مشہور ہو رہی ہے کہ Strawberry (اِسٹابری) جہنمی پھل ہے تو کیا یہ واقعی جہنمی پھل ہے؟

جواب: Strawberry (اِسٹابری) حلال پھل ہے اور دُنیا کا کوئی پھل ایسا نہیں جو جہنمی پھل ہو۔ جہنم کے پھل سے اللہ پاک ہم سب کو بچائے۔ جہنم میں دیو کے سر جیسے پتے ہوں گے "اور کانٹے دار تھوہڑ غذا ہو گی، جب اسے کافر جہنمی کھائیں گے تو گلے میں اٹک جائے گی۔"[4] یہ اسے اُتارنے کے لیے پانی مانگیں گے تو "نہیں کھولتا ہوا پانی مائے حَمِیم دیا جائے گا اور وہ اس پر پیاسے اونٹوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔"[5] جب وہ پانی ان کے مُنہ کے قریب آئے گا تو اس قدر گرم ہو گا کہ مُنہ کی کھال اُتر جائے گی اور جب وہ اُسے پئیں گے تو اُن کی کھال ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پیچھے کے راستے سے بہہ جائے گی۔[6] اللہ کریم ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہِ النّبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

انار میں ایک دانہ جنتی ہوتا ہے

انار کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ہر انار میں ایک دانہ جنّتی ہوتا ہے، چنانچہ حضرتِ حمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نَقل کرتے ہیں کہ حضرتِ عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انار کا ایک ایک دانہ تناول فرماتے یعنی کھالیتے تھے، کسی نے اِس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ زمین میں کوئی بھی انار کا دَرخت ایسا نہیں ہے کہ جسے باردار (یعنی پھل کے قابل) کرنے کے لیے اس میں جنّتی انار سے دانہ نہ ڈالا جاتا ہو، تو ہو سکتا ہے یہ وہی دانہ ہو۔[7] یعنی انار کے پورے دَرخت کو پھل دار بنانے کے لیے اس میں ایک دانہ جنّتی انار کا ڈالا جاتا ہے اس لیے حضرتِ عبدُ اللہ بن عباس انار کا ایک ایک دانہ کھا لیتے تھے کہ شاید وہی جنّتی دانہ اس انار میں ہو اور مجھے نصیب ہو جائے۔ بہر حال Strawberry (اِسٹابری) حلال اور قیمتی پھل ہے اسے جہنمی پھل نہ کہا جائے۔[8]

سیب کھانے کے چند فوائد

سُوال: سیب کھانے کے کچھ فوائد اِرشاد فرمادیجئے۔

جواب: جنوری 2017ء کے "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے صفحہ نمبر 29 پر سیب کے فوائد کچھ اِس طرح بیان کیے گئے ہیں: پھلوں میں سیب کو سب سے زیادہ توانائی بخش (یعنی طاقت دینے

والا) سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک خوش ذائقہ اور انرجی سے بھرپور پھل ہے۔ سیب Apple کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ **ناشتے میں ایک سیب کھائیے، کبھی ڈاکٹر کے پاس نہ جائیے۔**

سیب کے بے شُمار فوائد میں سے چند پیشِ خدمت ہیں:

- سیب دِل و دِماغ کو فرحت پہنچاتا ہے۔
- دِل کو طاقت دیتا اور گھبراہٹ دُور کرتا ہے۔
- سیب خون پیدا کرتا اور چہرے کا رنگ نکھارتا ہے۔
- سیب جِگر (یعنی لیور) کی اِصلاح کرتا، مِعدے کو طاقت دیتا ہے۔
- نہار مُنہ (یعنی خالی پیٹ) سیب، دُودھ کے ساتھ صحت بخش ہے۔
- سیب کا جوس پیٹ اور آنتوں کے جَراثیم مارتا ہے۔
- سیب دانتوں اور مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے۔
- پیچش، ٹائیفائیڈ، تپِ دِق اور کھانسی میں مفید ہے۔ گلے کی ٹی بی کو "تپ دق" کہا جاتا ہے اور پیچش موشن ٹائپ کا پیٹ کا مرض ہے جس میں بعض اَوقات خون اور پیپ بھی آتا ہے۔
- سیب کا مُرَبَّہ دِل و دِماغ کو مضبوط کرتا ہے۔
- سیب نظر اور حافظہ تیز کرتا ہے۔
- سیب پتھری کی روک تھام میں اَہم کِردار ادا کرتا ہے۔
- کچا سیب گرم کرکے وَرم (یعنی سُوجن) پر لگانا مفید ہے۔
- سیب کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکتا اور کم کرتا ہے۔
- ایک تحقیق کے مُطابق سیب ہر طرح کے کینسر کو روکتا ہے۔
- سیب کا سرکہ ہچکیوں کی روک تھام، گلے کی تکلیف میں راحت، نزلہ زُکام سے آرام دیتا اور وَزن میں کمی کرتا ہے۔[9]

اناناس کے درمیان کا حصہ پھینک دینا کیسا؟

سُوال: لوگ "اناناس" کا درمیانی حصہ نہیں کھاتے بلکہ پھینک دیتے ہیں، کیا یہ اِسراف میں آئے گا؟

جواب: **اناناس** ایک پھل ہے جس کو انگریزی میں Pineapple بولتے ہیں، یہ ہمارے ملک پاکستان میں بہت مہنگا ملتا ہے۔ بہر حال جس طرح تربوز، خربوزے اور پپیتے کا چھلکا کھانے کے قابل نہیں ہوتا، اسی طرح اناناس کے درمیان کا حصہ سخت اور بدمزہ ہوتا ہے، لہٰذا اسے پھینک دیا جاتا ہے، اِس کو اِسراف نہیں کہا جائے گا۔ یاد رہے! اناناس کا چھلکا آسانی سے نہیں اُترتا، اگر اِسے مناسب طریقے سے نہ کاٹا جائے تو بہت سارا گُودا چھلکے کے ساتھ لگا رہ جاتا اور ضائع ہو جاتا ہے۔[10]

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

ایک بہت ہی پیاری اور عجیب و غریب بات نورِ مصطفےٰ کے تعلق سے بیان کرتا چلوں: حضرت عبد العزیز دبّاغ رحمۃ اللہ علیہ **اَلابریز** میں فرماتے ہیں کہ نور والے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نور مبارک مارچ کے مہینے میں تین مرتبہ تمام بیجوں پر اپنی خوشبو ڈالتا ہے، جس کی برکت سے بیجوں میں پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی اگر نورِ مبارک نہ ہوتا تو یہ پھل بھی پیدا نہ ہوتے، دوسروں کا تو خیر ذِکر ہی کیا![11] جب حضرتِ آدم علیہ السّلام زمین پر تشریف لائے تو اس وقت درختوں کے پھل نکلنے کے بعد گِر جاتے تھے تو اللہ پاک نے ان پھلوں کو باقی رکھنے کے اِرادے کے تحت انہیں نورِ محمدی سے سیراب کیا، جس کے بعد درختوں کے پھل پکنے کے بعد بھی دَرختوں کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔[12] الغرض جو پھل ہم لوگ کھاتے ہیں ان میں بھی نورِ محمدی کی کرنیں موجود ہیں۔[13]

کیا نورِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

---

(1) احیاء العلوم، 2/21 (2) فتاویٰ رضویہ، 5/442 (3) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/24 (4) ترمذی، 4/263، حدیث: 2595 (5) تفسیر روح البیان، 9/330 (6) ترمذی، 4/263، حدیث: 2595 (7) حلیۃ الاولیاء، 1/398، حدیث: 1139 (8) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 2/347-348 (9) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 6/105 (10) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 7/412 (11) الابریز، 2/186 (12) الابریز، 2/192 (13) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 10/241

خواتین کی وراثت

اُمِّ میلاد عطاریہ*
*نگران عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

اللہ پاک کے پیارے اور آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے تشریف لانے سے جہاں دنیا کے بہت سے حصے سے کفر و شرک کا خاتمہ ہوا، باطل رسمیں ختم ہوئیں وہیں یتیموں کے مال اور عورتوں کے حقوقِ میراث کے سلسلے میں بھی تفصیلی احکامات نازل ہوئے۔ حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی تشریف آوری کے نتیجے میں عورتوں پر ہونے والے احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ خواتین کو بھی وراثت کا حق دار قرار دیا گیا۔

اسلام سے پہلے عورت میراث کے حق سے نہ صرف محروم تھی بلکہ خود ہی سامانِ میراث بنی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس اسلام نے مَردوں اور عورتوں دونوں کو وراثت کے مال میں حصّے دار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ پارہ 4، سورۃ النسآء، آیت نمبر 7 میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ۪-وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَؕ-نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا(۷)﴾ ترجمۂ کنزُالعرفان: مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ (بنایا ہے۔)[1] اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے: زمانۂ جاہلیت میں عورتوں اور بچّوں کو وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے، اِس آیت میں اُس رسم کو باطل کیا گیا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹے کو میراث دینا اور بیٹی کو نہ دینا صریح ظلم اور قراٰن کے خلاف ہے دونوں میراث کے حقدار ہیں اور اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی اہمیت کا بھی پتا چلا۔[2]

کہتے ہیں کہ یہ ترقی یافتہ دور ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ آج کے ترقی یافتہ کہلانے والے اس دور میں بھی عموماً خواتین کو ان کے حق کے مطابق وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ کئی جگہ جہالت کی وجہ سے اور کئی جگہ غفلت کی وجہ سے اور کئی جگہ ظلم کی وجہ سے مستحق وارث کو اس کا حصہ نہیں دیا جاتا۔ ایسا لگتا ہے کہ ہمارے طرزِ زندگی (Lifestyle) کا محور اسلامی تعلیمات کے بجائے رسم و رواج کی پابندی بنتا جارہا ہے۔ جہیز رواج ہے

شاید اس لئے ضرور دیتے ہیں، غریب سے غریب لڑکی کی شادی بھی بغیر جہیز کے ہوگئی ہو ایسا سننے میں بہت ہی کم آتا ہے لیکن وراثت فرض ہونے کے باوجود اس میں سستی اور کاہلی سے کام لینا عام ہوتا جارہا ہے۔

کبھی یہ عذر بیان کیا جاتا ہے کہ لڑکی کی شادی دھوم دھام سے کردی تھی، اس لئے وہ میراث کی حق دار نہیں ہے تو کبھی دوسری شادی کرلینے کی وجہ سے بیوہ کو اس کے پہلے شوہر کے ترکے سے حصہ نہیں دیا جاتا جبکہ جو عورت شوہر کے انتقال کے وقت اس کے نکاح میں ہو اسے شرعی اعتبار سے اپنے شوہر کی وراثت سے حصہ ملے گا، اگرچہ وہ عدت پوری ہونے کے بعد دوسری شادی کرلے جب بھی اس کا حقِ وراثت باقی رہتا ہے، ختم نہیں ہوجاتا۔[3] بعض اوقات وراثت کی حق دار عورتوں جیسے بیٹیاں اور بہنوں کو دیگر رشتہ دار اپنا حصہ نہ لینے اور لئے بغیر معاف کردینے کا کہتے اور اس پر زور دیتے ہیں۔ جبکہ معاف کرنے یا کروانے سے ان کا حصہ ختم نہیں ہوگا، مردوں پر لازم ہے کہ وہ حق دار عورتوں کو ان کا حصہ دیں اور خاندان کی عورتیں بھی اس میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ نیز اپنے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا یہ فرمان بھی ضرور اپنے پیشِ نظر رکھیں، چنانچہ اللہ پاک کے آخری نبی محمد عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ یعنی جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ پاک قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹ دے گا۔[4]

بحیثیتِ عورت میں خواتین سے گزارش کروں گی کہ وہ اپنی ہم صِنف کو ملنے والے شرعی حق کی وصولی میں معاون و مددگار بنیں۔ اگر آپ ماں ہیں اور بیٹے غیر منصفانہ تقسیم کا فیصلہ کررہے ہوں تو غیر جانبداری کے ساتھ اللہ پاک کے احکامات اور اس کے پیارے حبیب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فرامین پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت و تاکید کرکے نہ صرف اللہ کی رضا کی حقدار بن سکتی ہیں بلکہ اولاد میں انصاف کرنے کی روش اختیار کرکے خاندان کو ٹوٹنے سے بھی بچا سکتی ہیں۔

اگر آپ بھابھی ہیں تو اپنے شوہر کو بہن کا حصہ دبا لینے کی ترغیب دینے کے بجائے اپنی نند کے حقوق کی ادائیگی میں مددگار بنیں۔ اپنے اوپر رکھ کر سوچیں کہ اگر آپ کو اپنے والد یا والدہ کے ترکہ میں سے حصہ نہ ملے یا آپ کے بعد آپ کی بیٹی کو اس حق سے محروم کردیا جائے تو کیا یہ آپ کو گوارا ہوگا؟ جب بھی وراثت کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہو تو ہمیں چاہئے کہ سب سے پہلے دار الافتاء اہلِ سنّت سے راہنمائی حاصل کریں، اور پھر جو راہنمائی ملے اسی کے مطابق وراثت کے مال کو تقسیم کریں اور اس کی تقسیم میں ہرگز ہرگز تاخیر نہ کریں بلکہ جس قدر جلدی ہوسکے ہر شخص کو اس کا حصہ دے دیں تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اسے استعمال کرسکے، نیز میراث کی تقسیم میں تاخیر کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیچیدگیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں، نسل در نسل ترکہ تقسیم نہ کرنے سے عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ترکہ کئی کئی پشتوں تک ایسے افراد کے تصرف واستعمال میں رہتا ہے جن کا اس پر کوئی حق نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود وہ اس سے نفع اٹھا رہے ہوتے ہیں جب کہ بہت سے حق دار اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور ان کا مال غیر مستحق افراد کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اسلام کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق جلد از جلد میراث کا مال تقسیم کردیا جائے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) پ4، النسآء:7 (2) صراط الجنان، 2/149 (3) دیکھئے: فتاویٰ فیض الرسول، 2/728 (4) مشکاۃ المصابیح، 1/567، حدیث: 3078۔

شعبہ ماہنامہ خواتین

اُمُّ المومنین حضرت سودہ (قسط1)

نبوت کا دسواں سال حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں انتہائی اہم سمجھا جاتا ہے، اس میں ایک طرف شعبِ ابی طالب سے قید کے دن ختم ہونے کی وجہ سے اطمینان کا سانس نصیب ہوا تو دوسری طرف مشکلات و مصیبتوں کا ایک ایسا سلسلہ بھی شروع ہوگیا جس کی وجہ سے اس سال کو ہی حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عامُ الحُزْن یعنی غم کا سال قرار دے دیا۔ ہوا کچھ یوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم شعبِ ابی طالب سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفارِ قریش کے ظلم و ستم سے کچھ امان ملی تھی کہ ابو طالب بیمار ہوگئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ ابو طالب کی وفات حضور کے لئے ایک بہت ہی درد بھرا اور تکلیف دہ حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابو طالب نے آپ کی پرورش کی تھی، زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی مدد کی اور آپ کو دشمنوں سے بچایا اس کو بھلا حضور کس طرح بھول سکتے تھے! حضورِ اقدس کے مبارک دل پر ابھی ابو طالب کے انتقال کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین یا پانچ دن کے بعد ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دنیا سے پردہ فرما گئیں۔[1] مکے میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد و حمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں، سیدہ خدیجہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ کی غم خواری اور دلداری کرتی رہتی تھیں، بلکہ انہوں نے حضور کو گھر اور بچوں کی ذمہ داری سے بھی جہاں تک ہو سکا فارغ کر رکھا تھا تاکہ حضور اس طرف سے بے فکر ہو کر دین کو عام کرنے کا کام کر سکیں۔ چنانچہ

ان دونوں ہستیوں کی وفات سے ایک طرف حضور بہت زیادہ غمگین تھے تو دوسری طرف سیدہ خدیجہ کے بعد گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے دین کا کام بھی متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔ اس ساری صورتِ حال سے آپ کے جاں نثار صحابہ و صحابیات اچھی طرح جانتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ غم کم ہو اور کوئی ایسا بندوبست ہو جائے کہ آپ بے فکر ہو کر پہلے کی طرح اپنی دینی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔ لہٰذا اس کا ایک آسان اور سادہ سا حل یہی تھا کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی ایسی خاتون سے شادی فرمالیں کہ جو ☆ماہر و تجربہ کار ہو ☆ایمان

میں بھی مضبوط ہو☆جو سیدہ خدیجہ کی طرح حضور کو گھریلو معاملات سے بے فکر کر دے☆حضور کی شہزادیوں سیدہ اُمِّ کلثوم وسیدہ فاطمہ کی دیکھ بھال بھی کرے کیونکہ اس وقت تک سیدہ زینب اور سیدہ رُقیَّہ دونوں کی شادی ہو چکی تھی۔☆جو حضور کی دینی سرگرمیوں میں آنے والی مشکلات و مصیبتوں میں سکون واطمینان کا باعث ہو☆ایسی پکی عاشقِ رسول ہو جو حضور کی عظمت وشان کو خوب سمجھنے اور حضور کے فرمان پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے والی ہو۔ چنانچہ

حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بیوی کے طور پر جس ہستی کا انتخاب ہوا اور جس میں یہ سب خوبیاں پائی جا رہی تھیں، وہ حضرت سَودہ بنتِ زمعہ رضی اللہُ عنہا تھیں جن کی کنیت اُمِّ اَسْوَد ہے۔[2]

سیدہ سَودہ رضی اللہُ عنہا کا مختصر تعارف

اُمُّ المومنین حضرت سَودہ رضی اللہُ عنہا کا تعلق قریش کے قبیلے بنو عامر بن لُؤَیّ سے تھا، آپ کے والد کا نام زمعہ اور والدہ کا نام شَموس ہے۔[3] سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا کو ننھیالی و ددھیالی دونوں رشتوں کے اعتبار سے حضور سے نسبت حاصل ہے، کیونکہ والد کی طرف سے حضرت لُؤَیّ پر جا کر آپ کا خاندانی سلسلہ حضور کے خاندانی سلسلے سے مل جاتا ہے تو والدہ جو بنو نجار سے تھیں، کی طرف سے آپ کا حضور سے رشتہ کچھ یوں بنتا ہے کہ آپ کی والدہ کے دادا زید بن عمرو کی بہن سلمیٰ بنتِ عمرو حضور کے دادا حضرت عبد المطلب کی والدہ تھیں[4] یہ وہی خاندان ہے جس سے ملنے کے لئے حضور اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہُ عنہا کے ساتھ بچپن میں مدینے شریف تشریف لائے تھے۔

سیدہ سَودہ کا تعلق چونکہ بنو عامر کی شاخ بنو قیس سے تھا کہ جن کا شمار مکہ کے بہادر، سمجھ دار اور عقل مند لوگوں میں کیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس خاندان میں سے کئی افراد نے اپنی عقل و سمجھ داری سے ابتدائے اسلام میں ہی اسلام قبول کیا اور پھر زندگی بھر اسی دین پر ثابت قدم بھی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی تو دوسری ہجرت حبشہ میں اس خاندان کے کئی افراد شامل تھے، جن میں حضرت سَودہ اور ان کے پہلے شوہر (حضرت سکران بن عمرو)، آپ کے بھائی (حضرت مالک بن زمعہ) اور ان کی زوجہ (حضرت عُمیرہ بنتِ سَعدی)، آپ کے شوہر کے دو بھائی حضرت حاطِب اور سَلیط کے علاوہ حضرت سَلیط کی بیوی حضرت فاطمہ بنتِ عَلقمہ علیہم الرضوان بھی شامل تھے۔[5]

یہ ہجرت چونکہ 5 نبوی کے آخر میں یا 6 نبوی کے شروع میں ہوئی تھی، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا اور ان کے خاندان کے باقی یہ سب لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ سے بھی پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور اپنے خاندان کی طرف سے تکالیف کا بھی شکار تھے۔ ان کا خاندان اسلام دشمنی میں کیسا تھا، اس کا اندازہ ان دو مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا کے بھائی عبد بن زمعہ کو معلوم ہوا کہ ان کی بہن کی شادی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہو گئی ہے تو یہ اپنے سر پہ مٹی ڈالنے لگے، مگر بعد میں اسلام کی دولت ملی تو انہیں اپنے اس عمل پر ہمیشہ افسوس رہا۔[6] اسی طرح صُلحِ حُدیبیہ کے موقع پر جب سیدہ سودہ کے والد زمعہ کے چچا زاد سُہیل بن عمرو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے درمیان معاہدہ ہو رہا تھا تو سُہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جَندل رضی اللہُ عنہ اس حال میں وہاں آ پہنچے کہ ان کے پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔[7] یعنی قریشِ مکہ کا خطیب سُہیل بن عمرو جس کی عقل مندی و سمجھ داری کے سبب صُلحِ حُدیبیہ کا معاہدہ عمل میں آیا تھا وہ اپنے بیٹے پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اگر اس قدر ظلم و ستم کر سکتا ہے تو خاندان کے دیگر لوگوں کا حال کیا ہو سکتا ہے! خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔

اسی طرح سیدہ سودہ کا خاندان بہادری میں بھی بے مثل تھا، ان کی بہادری پر یہی سند کافی ہے کہ غزوۂ بدر میں سیدہ سودہ کی بہن حضرت ہُریرہ بنتِ زمعہ رضی اللہُ عنہا کے شوہر حضرت مَعبد بن وہب رضی اللہُ عنہ بھی شریک تھے اور وہ دو تلواروں سے لڑ رہے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں کفارِ مکہ سے یوں لڑتے دیکھ کر ارشاد فرمایا: عبدِ قیس کے نوجوان تو زمین میں اللہ پاک کے شیر ہیں![8]

---

(1) مواہب لدنیہ، 1/135 ماخوذاً (2) الآحاد و المثانی لابن ابی عاصم، 5/413 (3) اصابہ، 8/196 (4) سبل الہدی والرشاد، 11/198 (5) طبقات ابن سعد، 4/153، 154 ماخوذاً (6) مسند امام احمد، 10/30، حدیث: 25827 ملخصاً (7) سیرت ابن ہشام، ص432 (8) اسد الغابہ، 7/309

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی*

* محققِ اہلِ سنّت، دار الافتاء اہلِ سنّت نور العرفان، کھارادر کراچی

1 آنکھ میں کاجل لگے ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنکھ میں کاجل لگے ہونے کی صورت میں کیا وضو اور غسل ہو جائے گا؟ یا پھر وضو اور غسل سے پہلے کاجل صاف کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وضو اور غسل میں آنکھ کے اندرونی حصے میں پانی پہنچانا واجب یا سنت نہیں، لہٰذا آنکھ میں کاجل لگے ہونے کی صورت میں بھی وضو اور غسل ادا ہو جائے گا۔ البتہ کاجل یا سُرمے کا جرم اگر آنکھ کے کوئے (یعنی ناک کی طرف آنکھ کے کونے) پر یا پلکوں پر لگا ہو تو وضو اور غسل میں اُسے چھڑانا ہو گا، کیونکہ وضو یا غسل میں چہرہ دھوتے ہوئے آنکھوں کے کوئے اور پلکوں کو دھونا فرض ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، 1/13،7 ملتقطاً- بدائع الصنائع، 1/19- فتاویٰ رضویہ، 1(الف)/444)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 شوہر کی وفات کے بعد دیور سے شادی کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے چار بچے ہیں اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور انتقال کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے، تو کیا اس صورت میں اس عورت کا نکاح شوہر کے چھوٹے بھائی یعنی اپنے دیور سے ہو سکتا ہے، جبکہ اس عورت کی سب سے بڑی لڑکی اور اُس کے دیور کی عمر میں فقط چار سال کا ہی فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اس عورت کا اپنے دیور سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ ہو، کیونکہ قرآن عظیم میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور بھابھی ان محرمات میں سے نہیں۔ نیز دیور کا اپنی بھابھی سے عمر میں کافی چھوٹا ہونا بھی کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، 11/290- فتاویٰ فیض الرسول، 1/578)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 نفلی روزے میں حیض آ گیا تو کیا نفلی روزے کی قضا لازم ہو گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے نفلی روزہ رکھا اور اسے روزے کے دوران حیض آ گیا تو کیا نفلی روزے کی قضا لازم ہو گی یا روزہ معاف ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ عورت پر اس نفلی روزے کی قضا لازم ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے: "ولو شرعت تطوّعاً فیھما فحاضت قضتھما" یعنی اگر عورت نے نفلی روزہ رکھا یا نفلی نماز شروع کی اور اس دوران حیض آ گیا تو نفلی نماز یا نفلی روزے دونوں صورتوں میں قضا لازم ہے۔ (الدر المختار معہ رد المحتار، 1/533)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نفل تھا تو قضا واجب۔"

(بہار شریعت، 1/382)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

ملازمت و نوکری

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تجارت کیا کرتی تھیں۔ آپ لوگوں کو مزدور بھی رکھتی تھیں اور مُضارَبت (یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام[1]) کے طور پر بھی مال دیا کرتی تھیں۔[2]

آج کل کی خواتین میں حلال روزی کمانے اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع اختیار کرنے اور گھریلو اخراجات میں مَردوں کا ہاتھ بٹانے کے رجحان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مختلف اداروں میں آفس ورکس، ٹیچنگ، ڈیزائننگ، سلائی کڑھائی، میک اپ اور آن لائن بزنس سمیت بہت سے شعبہ جات میں خواتین اپنی خدمات سرانجام دیتی نظر آتی ہیں۔

مال و دولت کمانا ایک جائز اور مباح کام ہے، بشرطیکہ شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ اس لئے کوئی بھی کام یا نوکری شروع کرنے سے پہلے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ یہ کام شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں!

اگر کوئی عورت اپنے آپ کو حرام اور ہلاکت والے کاموں سے بچانے کی غرض سے نوکری کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو شریعت نے اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کے پیشِ نظر اس کے لئے کچھ شرائط مقرر کی ہیں، جن کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں پانچ شرطیں ہیں: (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے (2) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہَیْئَات (یعنی سینے کا اُبھار یا پنڈلی وغیرہ کی گولائی وغیرہ) ظاہر کریں۔ (3) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (4) کبھی نامَحرم کے ساتھ خفیف (یعنی معمولی سی) دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔ (5) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مَظِنَّۂ فِتنہ (فتنے کا گمان) نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (ملازمت وغیرہ) حرام۔[3]

ملازمت کی شرائط کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہوئے جائز طریقے سے نوکری کرنے میں گھر والوں کو فائدہ پہنچانے و سپورٹ کرنے، ان کا دل خوش کرنے، اپنی زکوۃ خود ادا کرنے، حج و عمرہ اور حاضریِ مدینہ کے لئے رقم جمع کرنے اور ان جیسی مزید اچھی اچھی نیتیں شامل کرلیں گی تو ان شاء اللہ ثواب بھی حاصل ہوگا کیونکہ جائز کام اچھی نیت سے ثواب والے ہوجاتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ ایک عورت کی سب سے پہلی ترجیح اور ذمہ داری اس کا گھر اور بچے ہیں۔ لہٰذا اس بات کو یقینی بنائیے کہ نوکری یا کاروبار وغیرہ کے وجہ سے آپ کے گھر کی دیکھ بھال، شوہر و والدین کے حقوق کی ادائیگی اور بچوں کی پرورش و تربیت میں کسی قسم کا کوئی حرج نہ آئے۔ کیونکہ یہ آپ کا فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ گھر اور گھر والوں سے ہی آپ کی زندگی میں بہار ہے، ان کے بغیر یقیناً آپ کا مال و دولت کمانا بالکل بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے، اس لئے ان کی قدر کیجئے اور اپنے تمام حقوق اور ذمہ داریوں کو شریعت کے مطابق ادا کیجئے۔ اللہ پاک ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں شریعت کو پیشِ نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ خاتَمِ النّبیّین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

1 بہار شریعت، 5/1، حصہ 14 2 طبقات ابن سعد، 8/12 3 فتاویٰ رضویہ، 22/248

شادی کی رسومات

(رت جگا، برائیڈل شاور اور شیندی)

رسم ورواج

بنت منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

رت جگا شادی کی ایک رسم رت جگا بھی ہے جو مہندی کی رات کی جاتی ہے، اس رسم میں کیا کچھ خرافات اور شیطانی کام ہوتے ہیں اس حوالے سے بہارِ شریعت میں مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی ضمن میں رت جگا بھی ہے کہ رات بھر عورتیں گاتی ہیں اور گلگلے پکتے ہیں، صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے کہ نیاز گھر میں بھی ہو سکتی ہے اور اگر مسجد ہی میں ہو تو مرد لے جاسکتے ہیں عورتوں کی کیا ضرورت، پھر اگر اس رسم کی ادا کے لیے عورت ہی ہونا ضرور ہو تو اس جمگھٹے (ہجوم) کی کیا حاجت، پھر جوانوں اور کنواریوں کی اس میں شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے، پھر بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس رسم کے ادا کرنے کے لیے چلتی ہیں تو وہی گانا بجانا ساتھ ہوتا ہے اسی شان سے مسجد تک پہنچتی ہیں یہ سب ناجائز، جب صبح ہوگئی چراغ کی کیا ضرورت اور اگر چراغ کی حاجت تو مٹی کا کافی ہے آٹے کا چراغ بنانا اور تیل کی جگہ گھی جلانا فضول خرچی ہے۔[1]

بعض جگہ اس موقع پر دلہا دلہن کے کنوارے دوستوں اور سہیلیوں کو دہی چاول کھلائے جاتے ہیں اور اس سے شگون یہ لیا جاتا ہے کہ ان کی بھی جلد شادی ہوجائے، یہ رسم چونکہ نیک شگونی کے طور پر ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

بعض مقامات پر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ تیل مہندی والے دن دوست احباب مل کر شغل کے طور پر دلہا کے کپڑے پھاڑ دیتے ہیں، یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں کپڑے کا ضیاع اور بے حیائی ہے۔

برائیڈل شاور ہر گزرتے دن کے ساتھ شادی کی تقریبات میں نت نئے ٹرینڈز اور رسومات کا اضافہ ہوتا جارہا ہے، ان میں ایک رسم برائیڈل شاور بھی ہے جو اب ہمارے ہاں عموماً پیسے والے لوگوں میں رائج ہوتی جارہی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ رسم امریکہ اور کینیڈا میں شادی سے قبل دلہن کے لیے منعقد کی جانے والی ایک تقریب ہے جو عام طور پر اس کی قریبی سہیلیاں منعقد کرتی ہیں۔ اس میں سہیلیاں اپنی دوست کے لیے ان تحائف کا انتظام کرتی ہیں جو اس کی آنے والی زندگی میں روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے کام آئیں، جبکہ ہمارے ہاں عموماً اس کی صورتیں مختلف ہیں، مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ کسی شاپنگ مال میں دلہن کا نام لکھوا دیا جاتا ہے اور دلہن اپنی ضروریات کی چیزیں وہاں درج کر دیتی ہے جسے اس کے دوست اپنی اپنی حیثیت کے حساب سے تحفے کے طور پر خرید کر پیش کر دیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد شاید یہ ہوتا ہے کہ تحائف میں ایک ہی چیز ڈبل نہ ہو۔

بعض جگہوں پر اپنی سہیلیوں کے get together کے طور پر دلہن خود ہی یہ انتظامات کرتی ہے یا پھر چند سہیلیاں مکمل انتظام کر کے دلہن کو کسی قریبی سہیلی کے گھر بلاتی ہیں جہاں دلہن کو ہی خوب سجایا سنوارا نہیں جاتا بلکہ باقی سب سہیلیاں بھی خوب بنی ٹھنی ہوتی ہیں۔ پھر سب سہیلیاں مل بیٹھ کر خوب ہلا گلا کرتی ہیں، بسا اوقات بے حیائی کی باتیں اور بے ہودہ مذاق بھی ہوتے ہیں، چونکہ اس ٹرینڈ کا آغاز کفار نے

کیا ہے لہٰذا اس میں کفار کی عادات واطوار کا بھی کچھ نہ کچھ رنگ شامل ہوتا ہے، مثلاً وہاں شراب نوشی اور فحاشی ہوتی ہے تو یہاں پر موسیقی اور ناچ گانا ہوتا ہے، اگرچہ اس میں کوئی مرد شامل نہیں ہوتا مگر ناچنا گانا بھی تو گناہ ہی ہے۔ اس کے علاوہ اس موقع پر خوب سیلفیاں بھی لی جاتی ہیں اور پھر فخریہ طور پر اس تقریب کی ویڈیوز اور تصاویر کو سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے ذریعے نمائش کی جاتی ہے، جو کہ حیا کے خلاف ہے کہ اس میں بے پردگی ہی بے پردگی ہے۔

برائیڈل شاور کا بنیادی مقصد دلہن کے جہیز کا بوجھ کم کرنا تھا تاکہ والد پر آسانی ہو، پہلے یہ صرف غریب والد کی مدد کے لیے کیا جاتا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امیروں میں بھی یہ عام ہونے لگا اور اس کا اصل مقصد بہت پیچھے ہی چھوٹ گیا اور اب بدل کر مقصد تفریح ہو گیا ہے۔

بسا اوقات اس کا اہتمام اس لیے بھی کیا جاتا ہے تاکہ جن دوستوں کو شادی میں نہیں بلا سکتے انہیں یوں مدعو کر لیا جائے۔ خصوصاً وہ گھرانے جن میں بچوں کو مکمل آزادی ہوتی ہے غلط کاموں میں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی ان میں اس ٹرینڈ کا رجحان اس قدر ہو رہا ہے کہ وہ اس کے لیے مخلوط تفریح گاہوں یا ریسٹورینٹ کا رخ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اب تو اس تقریب کے لیے باقاعدہ اسٹیج سجانے کا انتظام کیا جاتا ہے، آج کل اس کے تھیم سیٹ بھی آنے لگے ہیں جو کہ غباروں، جھالروں، لڑیوں اور props پر مشتمل ہوتے ہیں، اس ٹرینڈ کو ڈراموں کے ذریعے بھی مزید فروغ مل رہا ہے۔ الحاصل گناہوں پر مشتمل یہ تقریب بھی مسلمان، غفلت اور لاعلمی کے سبب اختیار کرنے لگ گئے ہیں، حالانکہ انہیں دین و شریعت کی پابندی کرتے ہوئے ایسی گناہوں بھری تقریبات سے بچنا چاہیے کہ ان میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے، اگر مقصد مل بیٹھنا ہی ہو تو اس کے لیے محفلِ میلاد اور ذکرِ خیر والی محفل کا انعقاد کیا جا سکتا ہے، اس سے اللہ پاک بھی راضی ہو گا اور برکات کا نزول ہونے کے ساتھ ثوابِ آخرت بھی ہاتھ آئے گا۔ اللہ پاک ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

شینڈی اسی طرح آج کل شادیوں میں ایک نیا ٹرینڈ بھی متعارف ہو رہا ہے کہ مہندی اور بارات کی الگ الگ تقریبات کو ملا کر ایک ہی تقریب کی جا رہی ہے اور اسے شینڈی کا نام دیا گیا ہے، صاحبِ ثروت لوگ یہ رسم وقت بچانے کے لیے کرتے ہیں خرچ بچانے کے لئے نہیں، کیونکہ دونوں تقریبات اگرچہ ایک ہی دن میں کرتے ہیں، مگر دونوں کی تیاریاں اور ڈریسنگ الگ الگ ہوتی ہے، یوں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا مقصد خرچ سے بچنا ہے۔ البتہ! درمیانے طبقے کے لوگ شادی کے اخراجات کو کم کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں کہ وہ دو دن کے کھانے اور غیر ضروری رسومات وغیرہ کو ختم کر کے ایک ہی تقریب کر لیتے ہیں اور اس میں ان کا فائدہ بھی ہے۔

بہر حال جہاں ہمارے معاشرے میں یہ ساری خرافات رائج ہیں وہیں بعض خوش نصیب لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی ہر تقریب شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے منعقد کرتے ہیں اور ان کی تقریبات میں مخلوط نظام ہوتا ہے نہ بے پردگی و دیگر خرافات، بلکہ خواتین اپنے اردگرد اور قریبی رشتہ داروں کو بلا کر محفل کرتی اور نعتیں پڑھتی ہیں، بغیر کسی شور و غل اور گانے باجوں کے ابٹن مہندی لگائی جاتی ہے۔ آج بدقسمتی سے ہم نے غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی ان رسومات کی صورت میں اپنے اوپر خود ساختہ بوجھ ڈال رکھا ہے، جس کی وجہ سے شادیاں مشکل سے مشکل ترین ہوتی جا رہی ہیں، ورنہ ان کے بغیر بھی شادی ہو سکتی ہے اور احسن انداز میں ہو سکتی ہے جس میں ہر ایک کے لیے آسانی ہی آسانی ہے۔ اللہ پاک سب کو ہدایت عطا فرمائے اور اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق دے کہ شریعت پر عمل شرمندگی نہیں بلکہ باعثِ برکت و رحمت ہے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 بہار شریعت، 2/ 105، حصہ 7:

راز چھپانا

ام انس عطاریہ
رکن انٹر نیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

دینِ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں سے ہے کہ اگر کوئی ہمیں قابلِ بھروسا جانتے ہوئے اپنی کوئی ایسی بات بتائے جو وہ کسی اور کو بتانا نہ چاہتا ہو تو ہم پر بھی لازم ہے کہ اس کے اچھے گمان کی لاج رکھتے ہوئے اس کی حوالے کی ہوئی امانت یعنی راز کی مکمل حفاظت کریں اور اسے کبھی کسی بھی حال میں صاحبِ راز کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ بتائیں بلکہ اس راز کو اپنے سینے میں ہی دفن کر دیں، اسی کا نام رازداری ہے کہ راز ہوتا ہی وہ ہے جس کو انسان چھپانا پسند کرے۔ راز چونکہ دو طرح کے ہوتے ہیں: پہلا یہ کہ کوئی آپ کو بتائے اور اسے چھپانے کا کہے، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: بتانے والا خود واضح طور پر کہے کہ کسی کو نہ بتانا یا پھر وہ لفظاً تو نہ کہے مگر اس کا اندازِ گفتگو رازدارانہ ہو، مثلاً وہ اکیلے میں بات کرے، بات کرتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھے یا آواز دھیمی کر لے تو ان نشانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کہی جانے والی بات راز ہے۔ راز کی دوسری قسم وہ بات یا ارادہ ہے جو آپ کے دل میں ہو اور اس کا عام ہونا آپ کو پسند نہ ہو۔ پہلی قسم یعنی دوسروں کے راز کی حفاظت آپ کے امین ہونے اور دوسری قسم یعنی اپنی باتوں اور ارادوں کی حفاظت آپ کے عقل مند ہونے کی علامت ہے۔

ہمیں دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنے رازوں کو بھی چھپانا چاہیے کہ اس میں بہت فائدے ہیں، کیونکہ جو اپنا راز چھپا کر رکھتا ہے اسے دو فائدے ملتے ہیں: ایک یہ کہ اپنی حاجت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ وہ خطرے سے سلامت رہتا ہے۔[1] کسی عقل مند نے کہا: اپنا راز اپنے پاس رکھو اور اسے کسی ہوشیار کو بھی نہ سناؤ کہ وہ بھی غلطی کر سکتا ہے اور نہ کسی جاہل کو بتاؤ کہ وہ خیانت کر سکتا ہے۔[2]

یاد رکھیے! **بند ہو مٹھی تو لاکھ کی، کھل گئی تو پھر خاک کی۔** اسی طرح ایک محاورہ ہے: **بات ہونٹوں سے نکلی تو کوٹھوں چڑھی۔** راز داری سے متعلق حضرت یعقوب علیہ السّلام کا فرمان بڑی اہمیت حامل ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنا خواب آپ کو سنایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ (پ12، یوسف: 5) ترجمہ کنز الایمان: کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ اس سے راز چھپانے کی اہمیت پتا چلتی ہے۔

راز کی حفاظت کے معاملے میں عموماً خواتین کو کمزور سمجھا جاتا ہے، حالانکہ خواتین کے سینے سمندر کی طرح گہرے ہوتے ہیں، وہ چاہیں تو ان سے کوئی بھی راز کی بات نہیں پوچھی جا سکتی اور اس حوالے سے ہماری بزرگ خواتین کی مثالیں بھی موجود ہیں، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں حضرت فاطمہ کے کان میں کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں، جب حضور نے انہیں غمگین دیکھا تو دوبارہ کچھ سرگوشی فرمائی جس پر وہ ہنسنے لگیں۔ سیدہ عائشہ نے جب ان سے وہ راز کی بات پوچھنی چاہی تو کہنے لگیں: میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا راز ظاہر نہیں کروں گی۔ جب حضور وصال فرما گئے تب انہوں نے وہ راز کی بات بتائی۔[3] مگر افسوس! بعض خواتین بلا ضرورت راز کی بات دوسروں کو بتا کر بعد میں پچھتاتی رہتی ہیں۔ ایسی خواتین کو ادھر کسی کی کوئی بات پتا چلی فوراً دوسرے کے کان میں پھونک دی، بلکہ بعض کو تو لوگوں کے راز جاننے کا اتنا شوق ہوتا ہے کہ بلا حاجت کان لگا کر سنتی رہتی ہیں کہ کس

کے گھر میں کیا ہو رہا ہے ؟ کس بات پر لڑائی ہوئی ؟ طلاق کیوں ہوئی ؟ گویا لوگوں کی باتوں کو سننا ان کی فطرت کا حصہ ہو۔ کسی کے گھر میں بیٹی کئی دن سے آئی ہوئی ہے تو بے چینی شروع ہو جاتی ہے کہ نہ جانے کیا چکر ہے ! دو ماہ سے کیوں ماں کے گھر آئی ہوئی ہے ! اب اگر کوئی منفی بات پتا چل جائے تو اس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس فرمان میں بہت عبرت ہے: جو کسی قوم کی باتیں کان لگا کر سنے حالانکہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں یا اس بات کو چھپانا چاہتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔[4]

اسی طرح یہ بھی عام ہے کہ کوئی ہمیں اپنی راز دار جان کر کچھ بتادے تو ہم اپنا دل ہلکا کرنے کے لیے آگے بتا دیتی ہیں کہ **اس نے منع کیا تھا مگر تم تو میری بہن ہو اس لیے تمہیں بتا دیا، تم کسی کو مت بتانا!** وہ آگے کسی اور کو یہی کہہ کر بتاتی ہے اور وہ مزید آگے، یوں یہ راز کی بات جنگل میں آگ کی طرح پھیل جاتی ہے۔ یاد رکھیے! مال کی طرح راز بھی امانت ہوتے ہیں اور ان کی حفاظت بھی مال کی طرح ہی کرنا ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دل برتن ہیں، ہونٹ اس کے تالے اور زبانیں اس کی چابیاں ہیں۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کی کنجی یعنی زبان کی حفاظت کرے (تاکہ کہیں کوئی راز کی بات ظاہر نہ کر دے)۔[5]

یاد رکھئے! راز چھپانے کے بہت فضائل و برکات ہیں، مثلاً ایک روایت میں ہے: جو کسی کے عیب چھپائے گا اللہ پاک قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔[6] اس حوالے سے ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے رائٹر حضرت دُخین ابو الہیثم نے ان سے عرض کی: میرے کچھ پڑوسی شراب پیتے ہیں، کئی بار منع کرنے کے باوجود وہ باز نہیں آتے، لہٰذا میں سپاہیوں کو بلانے جا رہا ہوں تاکہ وہ انہیں پکڑ کر لے جائیں۔ تو آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی کے عیب چھپائے گویا اس نے قبر میں زندہ گاڑی ہوئی بچی کو زندہ کر دیا۔[7] لہٰذا ہمیں بھی راز چھپانے چاہئیں، خواہ اپنے ہوں یا دوسروں کے، شروع شروع میں گھٹن محسوس ہوگی، کئی مرتبہ بات زبان پر آنے لگے گی، مگر ہم دل کو سمجھائیں کہ اس سے میری ذات کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہوتا ہے، راز فاش کرنے کی وعیدوں اور چھپانے کے ثواب پر نظر رکھیں، خاموشی بھی راز کی حفاظت کا آسان طریقہ ہے، لہٰذا اپنی زبان کی حفاظت کریں اور لوگوں کے معاملات میں خاموشی اختیار کریں۔ بات کو کریدنے کی عادت بھی دل سے نکال دیں، اگر کسی کا کوئی راز پتا چل جائے تو اسے سینے میں دفن کر دیں۔ کسی ادیب سے کہا گیا: آپ راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا: میں اس راز کے لیے قبر بن جاتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ باکمال لوگوں کے سینے رازوں کے چھپے ہوئے خزانے ہوتے ہیں۔[8] ایک بزرگ کا فرمان ہے: شریف انسان کے اخلاق کا ادنیٰ درجہ راز چھپانا ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ راز بھول جانا ہے۔[9]

راز چھپانے کے فوائد راز چھپانا شرعی و اخلاقی طور پر صرف ایک اچھا وصف ہی نہیں بلکہ بے شمار فوائد کا بھی سبب ہے، مثلاً یہ انسان کی عظمت و وقار کو بڑھاتا ہے۔ امانت داری کی ایک قسم ہے اور امانت داری ایمان کی علامت ہے۔ آپس کے تعلقات کو مضبوط بناتا اور لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کا سبب ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو راز داری سمیت دیگر تمام اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا پیکر بنائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) مستطرف، 1/351 (2) مستطرف، 1/351 (3) مسلم، ص1022، حدیث: 6313 (4) بخاری، 4/423، حدیث 7042 (5) مستطرف، 1/351 (6) ابن ماجہ، 3/219، حدیث: 2546 (7) الاحسان، 1/367، حدیث: 518 (8) احیاء العلوم، 2/223 (9) مستطرف، 1/352

راز ظاہر کرنا

بنتِ محمد افضل عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز یزمان بہاولپور

راز ایک ایسی امانت ہے جو اسی کو دی جاتی ہے جس پر بہت اعتماد و بھروسا ہو، گویا کسی کو راز دار بنانا اسے اپنی طاقت و عزت کا امین بنانا ہے، لہٰذا رازدار کی دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس امانت کی ہر حال میں خود حفاظت کرے اور کسی کو اس میں شریک نہ کرے، ورنہ اس سے وابستہ اعتماد ختم ہو گیا تو دوبارہ کسی صورت بھی قائم نہ ہو گا۔ کسی کا راز ظاہر کرنا چونکہ اس کے دین، جان، مال اور عزت و آبرو کے نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا یہ فعل انتہائی درجے کی بد اخلاقی اور نہایت تکلیف دہ ہے نیز ہمارے دین نے اسے خیانت کہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۲۷﴾ (پ9، الانفال:27) ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ یعنی خیانت صرف مال میں ہی نہیں ہوتی بلکہ راز ظاہر کرنا بھی خیانت ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: خیانت یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی (بہن) کا راز ظاہر کر دو۔[1]

راز ظاہر کرنا اللہ و رسول کو کس قدر ناپسند ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک مرتبہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک راز کی بات بتائی اور اسے ظاہر کرنے سے منع فرمایا، حضرت حفصہ نے وہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کر دی، اللہ پاک نے حضور کو اس سے آگاہ فرمادیا تو حضور نے ان سے پوچھ گچھ فرمائی اور اللہ پاک نے بھی دونوں اُمہات المؤمنین کی سرزنش فرمائی اور انہیں توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ (پ28، التحریم:4) ترجمہ کنزالعرفان: (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ تمہارے دل ضرور کچھ ہٹ گئے ہیں (تو وہ توبہ قبول کرے گا)۔ اگلی آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا: عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا﴿۵﴾ (پ28، التحریم:5) ترجمہ کنزالعرفان: اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے جو اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بیاہیاں اور کنواریاں ہوں۔

کئی احادیث میں راز ظاہر کرنے اور دوسروں کے عیبوں کو اچھالنے کی سخت مذمت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: جو کسی مسلمان کا پردہ ظاہر کرے گا اللہ پاک اس کا پردہ ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر کے اندر رسوا کر دے گا۔[2] میاں بیوی کے درمیان ہونے والے پردے کے معاملات بھی ایک دوسرے کے لیے راز ہیں جن کو ظاہر کرنا انتہائی بُرا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بُرا شخص وہ ہو گا جو اپنی بیوی سے یا بیوی اس سے ملے پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے۔[3]

افسوس! آج کل رازوں کی حفاظت کے معاملے میں بہت غفلت کی جا رہی ہے۔ کسی کا راز اسی وقت تک راز رہتا ہے جب تک دوستی و تعلق ہے، آپس میں اَن بن ہوتے ہی کسی کی بھی کوئی بات راز نہیں رہتی اور بعض اوقات تو ایک دوسرے

کی ذاتی وگھریلو زندگی کی کمزوریاں بھی بیان کر دی جاتی ہیں، حالانکہ ایک روایت میں ہے: جب دو شخص ایک دوسرے کو رازداں بنائیں تو ایک کے لیے دوسرے کا وہ راز ظاہر کرنا جائز نہیں جس کا ظاہر ہونا پہلے کو ناگوار گزرے۔[4] خوشی و رضا کی حالت میں راز چھپائے رکھنا کوئی مشکل کام نہیں، بلکہ کسی سے ناراضی اور غصے کی حالت میں اس کے راز چھپانا اصل کمال ہے۔ حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص غصے میں راز ظاہر کر دے وہ کمینہ اور ذلیل انسان ہے، کیونکہ خوشی میں راز چھپانا تو ہر انسانی طبیعت کا حصہ ہے۔[5]

ہمیں چاہیے کہ کسی کو اپنا راز دار بنانے میں حد درجہ احتیاط کریں، بلکہ ہو سکے تو اپنے رازوں کو اپنے سینے میں ہی قید رکھیں۔ ایک بہت خوبصورت محاورہ ہے: صُدُوْرُ الْاَبْرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَار یعنی نیکوں کے سینے رازوں کے قبرستان ہوتے ہیں۔ لہٰذا سب سے بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے رازوں کی خود حفاظت کریں اور بلاضرورت ہر کسی کو بتاتے نہ پھریں۔ اس حوالے سے مولائے کائنات، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ ارشاد بڑی اہمیت کا حامل ہے: تیرا راز تیرا غلام ہے جب تک تو اسے کسی سے بیان نہ کرے جب بیان کر دیا تو اب تو اس کا غلام ہو گیا۔[6] رازداری کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دل رازوں کا برتن ہے، دونوں ہونٹ اس کا تالا ہیں اور زبان اس کی چابی۔ لہٰذا ہر آدمی اپنے راز کی چابی یعنی زبان کی حفاظت کرے۔[7]

راز ظاہر کرنے کے نقصانات راز ظاہر کرنے کا سب سے پہلا اور بڑا نقصان تو یہ ہے کہ یہ اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہے جو کہ جہنم کی حق دار کر دیتی ہے، اس کے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے شخصی و اجتماعی نقصانات ہیں، مثلاً ☆ یہ دوستی کے خاتمے اور اختلافات کا باعث ہے۔ ☆ بے حیائی ☆ امانت میں خیانت ☆ وعدہ خلافی ☆ جہالت ☆ راز والے کی توہین ☆ کم ظرفی، کم عقلی اور صبر کی کمی کی علامت ہے۔ ☆ بسا اوقات یہ کام قومی، ملکی، ادارتی یا سماجی فسادات کا بھی سبب بن سکتا ہے۔

راز ظاہر کرنے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ایسا کرنے والی خواتین اعتماد کے قابل نہیں رہتیں۔ جیسا کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی گئی: مومن کی کون سی عادت اس کے مرتبے کو کم کرتی ہے؟ ارشاد فرمایا: زیادہ بولنا، راز ظاہر کرنا اور ہر ایک کی بات کو قبول کر لینا۔[8]

راز ظاہر کرنے کی وجوہات راز ظاہر کرنے کی بنیادی وجوہات میں سے عقل کی کمی اور بد اخلاقی بھی ہیں، لہٰذا ایسی خواتین کو کبھی راز دار نہ بنائیں۔ اس کے علاوہ راز والی سے دلی نفرت بھی راز ظاہر کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے، لہٰذا محبتیں بڑھائیے اور نفرتیں مٹائیے۔

راز چھپائیے اور بلا اجازت شرعی کسی پر ظاہر نہ کیجئے، البتہ! ایسے چھپے ہوئے منصوبے جن سے دوسروں کا حق ضائع ہوتا ہو تو ان کو نظر انداز نہ کیا جائے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: مجالس امانت ہیں، لیکن تین قسم کی مجالس اس سے الگ ہیں: ❶ جس میں قتل ناحق کا ❷ بدکاری کا ❸ مال ناحق لوٹنے کا منصوبہ بنایا گیا ہو۔[9] یعنی اگر کسی مجلسِ خصوصی میں کسی گناہ کا، کسی کا حق ضائع کرنے کا، کسی پر ظلم کرنے کا مشورہ کیا گیا تو اسے نہ چھپائے بلکہ مظلوم کو فوراً خبر دے دے کہ تو بچے رہنا تیرے متعلق یہ مشورہ ہو رہا ہے، اگر چھپائے گا تو گناہ گار ہو گا۔[10]

اے کاش! ہم رازوں کی حفاظت کرنے والیاں بنیں اور راز ظاہر کر کے کسی کی نظروں سے نہ گریں کہ راز ظاہر کرنا اعلیٰ درجے کی بد اخلاقی ہے۔ اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

❶ احیاء العلوم، 3/163 ❷ ابن ماجہ، 3/219، حدیث: 2546 ❸ مسلم، ص579، حدیث: 3542 ❹ شعب الایمان، 7/520، حدیث: 11191 ❺ احیاء العلوم، 2/223 ❻ ادب الدین والدنیا، ص495 ❼ مستطرف، 1/351 ❽ احیاء العلوم، 3/194 ❾ ابوداود، 4/351، حدیث: 4869 ❿ مراٰۃ المناجیح، 6/631

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے انیسویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 14 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
اللہ پاک کی خفیہ تدبیر	7	جو بھی مانگو حضور دیتے ہیں	6	حسد کے خاتمے میں خواتین کا کردار	1

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: رحیم یار خان: فیروزہ: بنتِ صلاح الدین۔ رحمت کالونی: بنتِ محمد رمضان۔ بہاولپور: یزمان: بنتِ محمد افضل مدنیہ۔ بورے والا: بنتِ عبد الرحمن مدنیہ۔ وادی سون اوچھالی ضلع خوشاب: بنتِ محبوب عالم مدنیہ۔ صادق آباد: سنجر پور: بنتِ محمد قاسم مدنیہ۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنتِ رفیق احمد، بنتِ نور الٰہی۔ اگوکی: بنتِ محمد ثاقب۔ تلواڑہ مغلاں: بنتِ ناہید۔ گلبہار: اُمِّ حبیبہ مدنیہ۔ کراچی: دھوراجی حبیبیہ: بنتِ محمد الیاس۔ چونا بھٹی: دار الحبیبیہ: بنتِ شہزاد احمد مدنیہ۔

اللہ پاک کی خفیہ تدبیر

بنتِ صلاح الدین عطاریہ (ذمہ دار ذیلی حلقہ فیروزہ، رحیم یار خان)

اللہ پاک کے چھپے ہوئے کاموں سے واقع ہونے والے بعض کاموں کو اس کی خفیہ تدبیر کہتے ہیں۔ ہمیں اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے غافل نہیں ہونا چاہیے، اپنے لیے دنیا و آخرت میں ربِّ کریم کی رضا اور اس کی رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہیے، نیز آخرت کے لئے نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے ہوئے نئے نئے فتنوں اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے، کیونکہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے متعلق دو فرامینِ مصطفےٰ پڑھئے:

(1) بندہ جنتیوں والے کام کرتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور بندہ جہنمیوں والے کام کرتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔ اور اعمال کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔[1] (2) جب تم دیکھو کہ اللہ پاک بندے کو اس کی پسند کے مطابق عطا فرماتا ہے، حالانکہ وہ اپنے گناہ پر قائم ہے تو یہ اللہ پاک کی طرف سے ڈھیل ہے۔[2]

واقعی ہم میں سے کوئی نہیں جانتی کہ ہمارے بارے میں اللہ پاک کی خفیہ تدبیر کیا ہے! لہٰذا کسی کو بھی اپنے اقتدار و علم اور منصب و عبادت وغیرہ پر ہرگز ہرگز ناز نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ جس طرح یہ چیزیں انسان کے لئے دنیاوی طور پر فائدہ مند ہیں، اسی طرح بسا اوقات انہی کے سبب انسان اخروی طور پر ہلاکت کی وادیوں میں پہنچ جاتا ہے۔ شیطان کو ہی دیکھ لیجیے جو مُعَلِّمُ الْمَلَائِکَہ یعنی فرشتوں کا استاد تھا، اس نے 80 ہزار سال اللہ پاک کی عبادت کی، لیکن اس بد بخت کو نبی کی گستاخی اور تکبر نے تباہ کر دیا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کفر کا پٹا اس کے گلے میں ڈال دیا گیا، یوں قیامت تک پیدا ہونے والے سرکش لوگوں کے لئے وہ عبرت کا نمونہ بن گیا۔ چونکہ وہ ملعون اللہ پاک کے معصوم فرشتوں کا استاد رہ چکا تھا، لہٰذا فرشتوں نے جب اس نامراد و نافرمان کا بدترین حشر دیکھا تو اس سے ان کو بہت عبرت حاصل ہوئی اور اس خبیث کے

بُرے انجام نے ان کو بے چین کر کے رکھ دیا۔ اللہ پاک فرماتا ہے: اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ (پ9،الاعراف:99) ترجمہ کنز العرفان: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بےخوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بےخوف ہوتے ہیں۔ مَكْرٌ کے لُغوی معنیٰ خفیہ تدبیر جبکہ عام محاورہ میں دھوکا اور فریب کو مَكْرٌ کہا جاتا ہے۔ یہاں آیت میں اس کا لغوی معنیٰ یعنی خفیہ تدبیر مراد ہے۔ اس آیت میں اللہ پاک کے خاص غضب کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: کیا کفار اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ اس کے ڈھیل اور دنیوی نعمتیں دینے پر مغرور ہو کر اس کے عذاب سے بے فکر ہو گئے ہیں؟ سن لو! خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے فکر ہوتے ہیں اور اس کے مخلص بندے اس کا خوف رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے خوف کا دل سے نکل جانا سخت نقصان کا سبب ہے۔ اللہ پاک کی ڈھیل یا اس کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا یہ اس کی خفیہ تدبیر ہے۔ لہٰذا ہر وقت اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہئے۔[3]

حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پوچھا: اے جبرائیل! تمہیں کس چیز نے رُلا دیا؟ عرض کی: جب سے اللہ پاک نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے، میری آنکھیں اُس وقت سے کبھی اس خوف کے سبب خشک نہیں ہوئیں کہ مجھ سے کہیں کوئی نافرمانی نہ ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں۔[4] ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام بہاءُ الدین زکریّا رحمۃ اللہ علیہ مخصوص کیفیت میں گم تھے کہ اچانک آپ پر اس قدر خوف چھایا کہ اٹھ کر حجرے کا دروازہ بند کر دیا، پھر توبہ و استغفار کے لیے سجدے میں گر گئے اور اتنا روئے کہ جائے نماز آنسوؤں سے گیلی ہو گئی۔ صاحبزادوں اور عقیدت مندوں نے دروازہ کھولنے کے لیے بہت التجائیں کیں، مگر کسی کی درخواست قبول نہ ہوئی، آخر کار حضرت کے پیارے پوتے حضرت شیخ رُکنُ الدین عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے دو تین مرتبہ پکارا: دادا جان! دروازہ کھولئے۔ تو حضرت شیخُ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جوشِ محبت میں اٹھے اور حجرے کا دروازہ کھول دیا۔ حضرت شیخ رُکن الدین عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آنکھیں سوج گئی ہیں اور ان سے خون کے قطرے گر رہے ہیں۔ عرض کی: حضور! اس رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: بیٹا! میں نے دیکھا کہ بہاءُ الدین نامی ایک شخص دنیا سے بے رغبتی و پرہیز گاری میں کمال والا اور علم و عمل میں بے مثال تھا، جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی عبادت کسی کام نہ آئی، اس کے تمام اعمال اس کے منہ پر مارے گئے اور ایمان چھین لیا گیا۔ یہ حال دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ خدا جانے اس فقیر بہاؤ الدین سے کیا سلوک ہو گا![5]

آہ! دولت کی حفاظت میں تو سب ہیں کوشاں
حفظِ ایماں کا تصور ہی مٹا جاتا ہے

جو بھی مانگو حضور دیتے ہیں

بنتِ شہزاد احمد (ذمہ دار اصلاحِ اعمال، جونا بھٹی، کراچی)

اللہ پاک کا فرمانِ عالیشان ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (پ11، التوبۃ:128) ترجمہ کنز العرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

ہمارے بے مثل و بے مثال، پیارے و کریم آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ظاہری و باطنی تمام اوصاف میں کامل تھے۔ قرآنِ کریم میں آپ کے اوصاف کا ذکر کئی مقام پر ہے، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اخلاق قرآن ہے۔[6]

مسلمانوں کا متفقہ اور واضح عقیدہ ہے کہ عطا فرمانے سمیت سب اختیارات و قدرت کا مالک اللہ پاک ہے اور ربِّ کریم

نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بے شمار اختیارات عطا فرمائے ہیں جس کا واضح ثبوت خود حضور کا یہ فرمان ہے کہ میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ پاک عطا فرماتا ہے۔[7]

شارحِ بخاری علامہ احمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم چھپا ہوا خزانہ اور احکامِ الٰہی کے نفاذ کا مرکز ہیں۔ اس لئے ہر حکم حضور ہی سے نافذ ہوتا ہے اور ہر بھلائی حضور ہی سے منتقل ہوتی ہے۔[8]

حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم، ایمان، مال، اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے، بانٹتے حضور ہیں، جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا، کیونکہ یہاں نہ اللہ کی دَین (عطا) میں کوئی قید ہے نہ حضور کی تقسیم میں۔ لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی دَین یکساں (برابر) ہے مگر لینے والوں کے لینے میں فرق ہے۔ بجلی کا پاور یکساں آتا ہے مگر مختلف طاقتوں کے بلب بقدرِ طاقت پاور کھینچتے ہیں۔ پھر جیسا بلب کا شیشہ ویسا اس کا رنگ حنفی شافعی ایسے ہی قادری چشتی ہیں مختلف رنگ کے مگر سب میں پاور ایک ہی ہے ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے ان کے نام الگ الگ ہوگئے ایسے ہی قادری چشتی وغیرہ ان سینوں کے نام ہیں جن سے یہ فیض آرہا ہے۔[9]

امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی دولت، کوئی نعمت، کوئی عزت جو حقیقۃً دولت و عزت ہو ایسی نہیں کہ اللہ پاک نے کسی اور کو دی ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا نہ کی ہو، جو کچھ جسے عطا ہوا یا عطا ہو گا دنیا میں یا آخرت میں وہ سب حضور کے صدقہ میں ہے حضور کے طفیل میں ہے حضور کے ہاتھ سے عطا ہوا۔[10]

مانگنے کا شعور دیتے ہیں جو بھی مانگو حضور دیتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے جواب میں "لَا" فرمایا ہو۔[11]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

ایک دفعہ ایک منگتا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت بظاہر کوئی مال موجود نہ تھا تو آپ نے اسے اپنی جانب سے قرض لینے کی اجازت دے کر فرمایا: جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا ہم اسے ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! اللہ پاک نے آپ کو طاقت سے زائد کی تکلیف نہیں دی۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ عطا کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سُن کر آپ مسکرائے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آئے۔ پھر فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔[12]

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کرم نوازیوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے احکامات پر عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النّبیِّ الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

حسد کے خاتمے میں خواتین کا کردار

بنتِ محمد ثاقب (آفس ذمہ دار رحیم پورا گوکی، سیالکوٹ)

حسد ایک منفی حالت ہوتی ہے، جو کسی دوسرے کی کامیابی، خوشیوں یا اسے حاصل نعمتوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ حالت انسان کو دوسرے کے جذبات اور کامیابی کو قابلِ نفرت بناتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی لوگ اس کے منفی اثرات کا شکار ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ مضمون خواتین کی تربیت و اصلاح کے تعلق سے ہے، لہٰذا ہم جانیں گی کہ حسد کے خاتمے میں خواتین کا کردار کتنا اہم ہوتا ہے اور وہ اس بُرائی کو ختم کرنے

میں کن کن طریقوں سے اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ

پہلی بات: حسد کے خاتمے میں خواتین کا پہلا قدم انہیں اپنے آپ کو پہچاننے کے عمل کو مضبوط کرنا ہوتا ہے۔ اپنی خوبصورتی، ذہانت اور قابلیت کو ہی سب کچھ سمجھ لینا حسد کی شروعات کی علامات ہیں۔

دوسری بات: حسد کے خاتمے میں خواتین کو اپنی اجتماعی معلومات کو بڑھانا چاہئے۔ اسلامی معلومات کے ساتھ ساتھ ان کو اجتماعی اصولوں کا بھی علم حاصل کرنا چاہئے تاکہ وہ حسد کے بارے میں بہتر طریقے سے جان کر اس کا علاج کر سکیں۔

تیسری بات: دوسروں کی ترقی کو ترجیح دینے کی عادت ڈالنا حسد کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نیز دوسروں کے کاموں کی تعریف کرنا اور ان کی ترقی کو دیکھ کر خوش ہونا حسد کے خاتمے کے لئے مفید ہوتا ہے۔

چوتھی بات: اگر کسی خاتون کو حسد کی وجہ سے دکھ ہوتا ہے تو وہ سہیلیوں یا کسی ماہر نفسیات کی مدد لے سکتی ہیں۔ ان کی مدد لینا اور ان سے اپنے جذبات شئیر کرنا حسد کو کم کرتا ہے۔

آخری بات: ایمان کی مضبوطی بھی حسد کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایمان کے ساتھ زندگی گزارنا انسان کو نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی خوشیوں کا حصہ دار بناتا ہے۔

الغرض حسد کے خاتمے میں خواتین کا کردار اہم ہوتا ہے اور وہ اپنی زندگی کو اس بُرائی سے بچاسکتی ہیں۔ ان کو خود پر یقین رکھنا چاہئے اور دوسروں کی کامیابی کو اپنی کامیابی کا حصہ ماننا چاہئے۔ یہ ایک مثالی راہ ہوتی ہے جو دوسروں کو بھی ان کی ترقی اور خوشیوں کی راہ میں آگے بڑھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ اللہ کریم ہمیں حسد جیسی بُرائی کو ہر ممکن طریقے سے ختم کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ اٰمین

---

(1) بخاری، 4/244، حدیث:6493 (2) معجم اوسط، 6/422، حدیث:9272 (3) تفسیر صراط الجنان، 3/390 (4) شعب الایمان، 1/521، حدیث:915 (5) تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا، ص224 ملخصاً (6) مسلم، ص293، حدیث:1739 (7) بخاری، 1/43، حدیث:71 (8) مواہب لدنیہ، 1/27 (9) مراٰۃ المناجیح، 1/187 (10) فتاویٰ رضویہ، 29/93 (11) بخاری، 4/109، حدیث:6034 (12) شمائلِ ترمذی، ص201، حدیث:338

اہم نوٹ: ان صفحات میں **ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 47ویں تحریری مقابلے** کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 240 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
استغفار کے فضائل و فوائد	141	ذکرِ حضرت آدم علیہ السلام سے 5 نصیحتیں	13	شوہر کے 5 حقوق	86

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: اسلام آباد: بنت عثمان انجم۔ بہاولپور: یزمان: بنت اطہر الرحمن، بنت حمید، بنت قاسم حسین۔ بھلوال: فضل ٹاؤن: بنت مقصود انور۔ میانوالی: بنت دوران خان۔ خانیوال: جہانیاں: بنت ابو بکر۔ ڈیرہ غازی خان: بنت حافظ عبد الخالق خالد۔ راولپنڈی: صدر: بنت مدثر، بنت شفیق۔ گوجر خان: بنت واجد حسین۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت خورشید احمد۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت امداد علی، بنت بشیر احمد۔ سیالکوٹ: بنت نذیر احمد۔ اگوکی: بنت الیاس، بنت محمد ثاقب، بنت محمد ندیم مغل۔ پاکپورہ: بنت اکبر علی، بنت سید ابرار حسین، بنت محمد ندیم، بنت محمد یوسف قمر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت عبد الوحید خان، بنت ادریس بیگ، بنت ریاض، بنت ظفر اقبال، بنت محمد آصف، بنت محمد انور (درجہ ثانیہ)، بنت محمد انور (درجہ ثالثہ)، بنت محمد طارق، بنت محمد یاسین، بنت مرزا مظفر بیگ۔ چوک عالم: بنت محمد یونس۔ ستراہ: بنت محمد اعجاز۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد جاوید ندیم، بنت محمد عارف، بنت اشرف، بنت اشفاق، بنت اشفاق احمد، بنت اصغر علی، بنت اعجاز احمد، بنت افتخار احمد، بنت امجد فاروق، بنت اورنگزیب، اخت علی ملک، بنت اویس، بنت بشیر، بنت جعفر حسین، بنت جہانگیر، بنت خالد، بنت خالد پرویز، بنت خالد حسن، بنت خالد محمود، بنت خلیل احمد، بنت خوشی محمد، بنت راشد محمود، بنت رضا، بنت سعید، بنت سلیم، بنت سلیمان، بنت شمس، بنت صابر حسین، بنت صغیر احمد، بنت طارق محمود، بنت عارف، بنت عارف مغل، بنت عبد الماجد، بنت عبد المجید، بنت عثمان علی، بنت عرفان، بنت فضل الٰہی، بنت کاشف، بنت محمد احسن، بنت محمد اشفاق، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد جان، بنت محمد جمیل، بنت محمد خالد، بنت محمد خوشی، بنت محمد سلیم، بنت محمد شمس، بنت محمد صفدر، بنت محمد طاہر، بنت محمد عرفان، بنت محمد وسیم، بنت محمد یوسف، بنت محمود حسین، بنت ممتاز، بنت نواز، بنت نوید، بنت ہمائیوں، بنت یوسف بشیر، ہمشیرہ احمد رضا، ہمشیرہ قدوس۔

گلبہار: ام ہلال مدنیہ، ام شعبان، بنت اعجاز، بنت امانت علی، بنت بشیر، بنت جمیل، بنت شہزاد، بنت محمد نصیر، اخت ابو بکر، اخت عمر، اخت سلطان، ام الخیر، ام امامہ، ام سلیم (بنت عمران)، ام سلیم (بنت محمد عارف)، ام فرح مدنیہ، ام معبد، ام ہانی، بنت ارشد، بنت اسلم، بنت اشفاق، بنت امیر حیدر، بنت جاوید، بنت حاجی شہباز، بنت خالد، بنت رشید احمد، بنت رضوان، بنت رمضان، بنت سجاد حسین مدنیہ، بنت سرور، بنت شبیر، بنت شکیل، بنت شہباز، بنت شہزاد علی، بنت ظہور، بنت غلام حیدر، بنت فیاض، بنت فیاض احمد، بنت محمد ارشد، بنت محمد اسلم، بنت محمد الیاس، بنت محمد سرور، بنت محمد شہباز، بنت محمد عمران، بنت محمد نعیم، بنت محمود، بنت نصیر احمد، بنت محمد یونس، ہمشیرہ محمد ارسلان۔ مظفر پورہ: بنت خلیل، بنت محمد الیاس۔ معراج کے: بنت محمد شفیق۔ ناصر روڈ: بنت نصیر احمد۔ نند پور: بنت شمس دین، بنت محمد صدیق، بنت محمد عارف۔ صادق آباد: سنجر پور: بنت محمد عتیق۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت شبیر حسین، بنت محمد انور۔ سمندری: بنت محمد اشرف۔ منصور آباد چہاں: بنت ارشد محمود۔ سٹھیالہ: بنت عبد القیوم۔ علی ہاؤسنگ: بنت سید محمد قاسم شاہ بخاری۔ کراچی: گلستان جوہر: بنت نذر۔ سعید آباد: بنت محمد شاہد۔ نارتھ کراچی: اخت ثوبان، اخت محمد شاہد، بنت ارمغان، بنت اعجاز، بنت افتخار، بنت امتیاز، بنت انوار احمد، بنت ایس ایم ناظم الحق، بنت تسلیم، بنت حنیف، بنت رشید احمد، بنت سید سردار، بنت شاہد، بنت شکیل احمد، بنت طاہر، بنت طفیل الرحمان ہاشمی، بنت عامر احمد، بنت عبد السلام، بنت عبد الوسیم، بنت علی احمد، بنت عمران، بنت فیاض احمد، بنت قاسم، بنت مبارک علی، بنت محمد اسلم، بنت محمد حنیف (درجہ ثالثہ)، بنت محمد حنیف (درجہ ثانیہ)، بنت محمد زاہد، بنت محمد سہیل، بنت محمد شاکر اقبال، بنت محمد صابر، بنت محمد صدیقی، بنت محمد طارق، بنت محمد عرفان قادری، بنت محمد علی، بنت محمد فہیم، بنت محمد فہیم کھتری، بنت محمد قاسم (درجہ خامسہ)، بنت محمد قاسم (درجہ ثانیہ)، بنت محمد معراج الدین، بنت محمد ناصر، بنت محمد ندیم، بنت محمد وزیر خان، بنت محمد یوسف خان، بنت محمد یوسف قریشی، بنت محمود اسلام، بنت محمود غوری، بنت منظور الٰہی، بنت نواب، بنت نواب احمد، بنت ولی اللہ، بنت یاسین، بنت یوسف، بنت یوسف شاہ۔ سول لائن: بنت جاوید ضیاء، بنت جمیل، بنت زعفران، بنت کاشف، بنت محمد حسین، بنت محمد صفدر۔ بڑا بورڈ: بنت خالد خان، بنت محمد احمد، بنت محمد عرفان، بنت محمد ایوب۔ نورِ طیبہ اسلامک انسٹیٹیوٹ: بنت محمد صابر۔ گجرات: سراجاً منیراً: بنت محمد یاسر۔

استغفار کے فضائل و فوائد

بنتِ عبد السلام (خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضِ مدینہ نارتھ کراچی)

اِسْتِغْفَار کے معنی ہیں پچھلے گناہوں کی معافی مانگنا۔ یہ غَفْرٌ سے بنا ہے، اس کا مطلب ہے: چھپانا یا چھلکا و پوست وغیرہ۔ چونکہ اِسْتِغْفَار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں، اِس لئے اِسے اِستِغفَار کہتے ہیں۔[1]

استغفار کرنے والوں کو اللہ پاک بے شمار نعمتوں سے خوب نوازتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں استغفار کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى (پ11، ہود: 3) ترجمہ کنز العرفان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت اچھا فائدہ دے گا۔

بخاری شریف کی شرح عمدۃُ القاری میں توبہ سے متعلق علمائے کرام کے مختلف ارشادات لکھے ہوئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ☆ علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گناہوں سے رجوع کرنے کا نام توبہ ہے۔ ☆ بعض بزرگوں کے نزدیک شرمندگی توبہ ہے۔ ☆ بعض کے نزدیک گناہوں کی طرف نہ لوٹنے کا پکا ارادہ توبہ ہے۔ ☆ گناہوں سے باز رہنے کا نام توبہ ہے۔ ☆ ذکر کی گئی تینوں باتوں کا نام توبہ ہے اور یہی سچی توبہ کہلاتی ہے۔[2]

احادیثِ طیبہ میں بھی استغفار کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ

(1) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے دل پر پردہ آتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ پاک سے ایک دن میں 100 بار استغفار کرتا ہوں۔[3]

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک لوہے کی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور اس کی صفائی استغفار ہے۔[4]

(3) حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو

اپنے اوپر لازم کر لیا اللہ پاک اس کی ہر پریشانی دور فرمائے گا، ہر تنگی سے اسے سکون عطا فرمائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو گا۔[5]

(3) حضرت عبدُ اللہ بن بُسْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار کو بہت زیادہ پائے۔[6]

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں ایک دن میں اللہ پاک کی بارگاہ میں 70 سے زیادہ مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔[7]

ذکرِ حضرت آدم سے 5 نصیحتیں

بنتِ مدثر عطاریہ (رابعہ، جامعۃ المدینہ گرلز صدر راولپنڈی)

قرآنِ کریم میں احکامِ شرعیہ اور آئندہ واقع ہونے والے واقعات کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمّتوں کا ذکر بھی موجود ہے، جن کو ذکر کئے جانے کی ایک حکمت قرآنِ کریم نے یہ بیان کی ہے: لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِؕ (پ13، یوسف: 111) ترجمہ کنزالعرفان: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے۔

جن انبیائے کرام علیہم السلام کا قرآنِ کریم میں واضح طور پر ذکر آیا ہے ان میں سے ایک حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ آپ کی پیدائش کا واقعہ، فرشتوں کا آپ کو سجدہ کرنے کا ذکر، شیطان کا سجدے سے انکار، آپ کا جنت میں ٹھہرنا، پھر زمین پر تشریف لانا، قبولیتِ توبہ اور ہابیل و قابیل کا واقعہ قرآنِ کریم کی سورتوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ سب واقعات نصیحت و عبرت پر مشتمل ہیں، ان سے حاصل ہونے والی 5 نصیحتیں پیشِ خدمت ہیں:

(1) علم کی فضیلت اللہ پاک کا فرمان ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (پ1، البقرۃ: 31) ترجمہ کنز العرفان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھادیے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر جو فضیلت عطا ہوئی اس کا ظاہری سبب علم تھا۔ معلوم ہوا! علم تنہائیوں کی عبادتوں سے افضل ہے۔

(2) حکمِ الٰہی کے مقابل قیاس کا استعمال شیطان نے خود کو آگ سے پیدا کئے جانے اور حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدائش کے سبب آپ کو سجدہ کئے جانے کے حکم کو عقل کے ترازو میں تولا اور حکمِ الٰہی کو ماننے سے انکار کیا، جس کے سبب مردود اور لعنتی ہوا۔ پتہ چلا کہ احکامِ شریعت کے معاملے میں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے فوراً عمل کرنا چاہئے۔

(3) بُرائی کے اسباب کی روک تھام حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت میں بھیجا گیا تو شجرۂ ممنوعہ کے متعلق فرمایا: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (پ1، البقرۃ: 35) ترجمہ کنز العرفان: البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ حالانکہ اصل مقصود درخت کا پھل کھانے سے ممانعت تھی، اس سے علمائے کرام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ بُرائی سے روکنے کے لئے اس کے اسباب کی روک تھام کی جائے۔

(4) حضرت آدم علیہ السلام کی سیرت میں مذکور ایک قرآنی واقعہ آپ سے ہونے والی خطائے اجتہادی کا بھی ہے، اس پر آپ کے استغفار کو قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۲۳) (پ8، الاعراف: 23) ترجمہ کنزالعرفان: دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس میں آپ کی اولاد کے لئے درس ہے کہ اگر ان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ پاک کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ کریں۔

(5) نفس کی خواہش کی پیروی کا وبال حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی شریف ہی میں ہابیل و قابیل کا واقعہ پیش آیا، اس سے حاصل ہونے والا اہم درس یہ ہے کہ نفس کی خواہش کی پیروی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی، اسی نے قابیل کو اپنی خواہش کے مطابق شادی کے لئے اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود اپنے بھائی کو شہید کرکے قتل کے گناہ کو ایجاد کیا۔ اللہ پاک ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کے مبارک ذکر سے ملنے والے درس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شوہر کے 5 حقوق

بنتِ سجاد حسین (معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز گلبہار سیالکوٹ)

اللہ پاک نے مَردوں کو عورتوں کا حاکم بنا کر بہت زیادہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (پ5، النسآء:34) ترجمہ کنزالعرفان: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔

معلوم ہوا کہ مرد کو عورت پر بڑی فضیلت دی گئی ہے، لہٰذا بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، ہر جائز کام میں اس کا حکم مانے اور اسے راضی رکھے، کیونکہ عورت کے لئے اپنے شوہر کو راضی رکھنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جس عورت کا انتقال اس حالت میں ہو کہ اس کا شوہر اس سے خوش و راضی ہو تو وہ عورت جنت میں جائے گی۔[8]

شوہر کو خوش رکھنے کا حکم روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عورتوں سے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! اللہ پاک سے ڈرو اور اپنے شوہروں کی رضامندی تلاش کرتی رہو۔ کیونکہ اگر عورت جان لے کہ اس کے شوہر کا کیا حق ہے تو وہ صبح و شام کا کھانا لے کر کھڑی رہے۔[9]

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ جن باتوں سے شوہر راضی ہوتا ہے، جو چیز اس کی مرضی اور مزاج کے موافق ہو، جس چیز سے اسے سکون ملتا ہو، جس چیز کو وہ پسند کرے اور اس میں گناہ نہ ہو اس کو معلوم کرتی رہے اور اسی کو اختیار کرے۔ اور کھڑے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کہنے اور بولنے کا انتظار نہ کرے، وقت سے پہلے ہی تیار رکھے۔[10]

شوہر کی فرمانبرداری کرنے والی عورت کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پاک سے ڈرے، اپنی عزت کی حفاظت کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جا۔[11] بعض مرد اور عورتیں ایسے ہوں گے کہ ان کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے جانے کی اجازت ہو گی اور ان کو اختیار ہو گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہیں جنت میں چلے جائیں۔

شوہر کی فرمانبرداری ہر حال میں ضروری ہے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ سُرخ پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی طرف اور سیاہ پہاڑ کو سُرخ پہاڑ کی طرف منتقل کرے تو اس پر حق ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔[12]
اس حدیثِ مبارک میں آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مبالغۃً اور تاکیداً یہ کلام ارشاد فرمایا ہے۔

شوہر کی خدمت صدقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا صدقہ ہے۔[13]

شوہر کی خدمت گزاری کرنے والی خوش نصیب خواتین کو مبارک ہو کہ اللہ پاک انہیں شوہروں کی خدمت کے بدلے میں صدقہ کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اللہ پاک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صدقے ہماری خواتین کو شوہر کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) مراٰۃ المناجیح، 3/ 352، 353 (2) عمدۃ القاری، 15/ 414، تحت حدیث: 6307
(3) مسلم، ص 1111، حدیث: 6858 (4) مجمع الزوائد، 10/ 346، حدیث: 17575
(5) ابنِ ماجہ، 4/ 257، حدیث: 3819 (6) ابنِ ماجہ، 4/ 257، حدیث: 3818
(7) بخاری، 4/ 190، حدیث: 6307 (8) شعب الایمان، 6/ 421، حدیث: 8744
(9) کنزالعمال، الجزء: 16، 8/ 145، حدیث: 44809 (10) سنّی تحفہ خواتین، ص 300
(11) مجمع الزوائد، 4/ 530، حدیث: 7636 (12) ابنِ ماجہ، 2/ 411، حدیث: 1852
(13) کنزالعمال، الجزء: 16، 8/ 169، حدیث: 45130

حکیم رضوان فردوس عطاری

گردے کی پتھری
اسباب، علامات و علاج

خوراک انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے مگر صحت مند اور بیمار ہونے کی کافی حد تک وجہ بھی یہی بنتی ہے کیونکہ عام طور پر ہر قسم کی خوراک کے بنیادی اجزاء چکنائی، حیاتین (وٹامنز)، معدنیات (نمکیات) اور کاربوہائیڈریٹس پر مبنی ہوتے ہیں، لہٰذا اگر انسانی جسم کو متوازن خوراک اس کی ضرورت کے مطابق ملتی رہے تو انسان تندرست و توانا رہتا ہے اور اگر خوراک غیر متوازن ہو یا متوازن تو ہو مگر ضرورت سے زیادہ پیٹ میں ٹھونس دی جائے تو جسم میں منفی تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جو آخر کار کسی نہ کسی بیماری اور تکلیف کا سبب بن جاتی ہیں۔ انہی میں سے ایک تکلیف دہ معاملہ گردے، پتّے اور مثانے وغیرہ جسم کے کسی حصے میں پیدا ہونے والی پتھری کا بھی ہے۔

پتھری کی علامات

❁ کمر میں گردے کے مقام پر آگے پیچھے درد محسوس ہوتا ہے ❁ گدلا، خونی اور بدبودار پیشاب آتا ہے ❁ متلی اور قے ہونا ❁ پیشاب آنے کا رجحان بار بار ہونا ❁ بخار اور سردی لگنا ❁ پیشاب میں نمکیات کی زیادتی۔ آج کل الٹرا ساؤنڈ سے پتھری، پتھری کے سائز اور مقام کا پتا لگایا جاسکتا ہے، ایکسرے (X-Ray) میں پتھری سفید دھبے کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

پتھری بننے کی وجہ

پتھری کی ایک وجہ خون کا گاڑھا ہونا اور اس کی گردش کا آہستہ ہونا بھی ہے۔ دراصل جسمانی صحت کے لئے اس کے اندر خون کی بہترین گردش ضروری ہے تاکہ خون میں شامل قابلِ حل ضروری اجزا مثلاً آئرن، کیلشیم، میگنیشیم اور زنک وغیرہ خون کی بہترین روانی کی وجہ سے حل ہوتے رہیں۔ لیکن پیشاب آور خصوصیات کی حامل چیزوں (خاص طور پر چائے، کافی، کولا مشروبات اور اسی تاثیر کی دیگر چیزوں) کے استعمال سے چونکہ جسم سے پانی ضرورت سے زیادہ نکل جاتا ہے جس سے خون گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے خون کی حل پذیری کی خصوصیات کم ہو جاتی ہیں اور خون کے اندر موجود حل پذیر اجزا، غیر حل پذیر اجزا میں بدل جاتے ہیں اور پھر جب یہ خون فلٹر ہونے کے لئے گردے میں جاتا ہے تو یہ غیر حل شدہ ذرات گردے میں رہ جاتے ہیں جو بعد میں پتھری کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

پتھری کی بناوٹ کا سبب بننے والی چیزیں

گردے کی پتھری، مثانے کی پتھری اور پھر پیشاب کی نالی (Urinary Tract) کی پتھری تقریباً ان سب کے اجزائے ترکیبیہ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ یہ پتھری کیمیائی لحاظ سے کیلشیم کے نمکیات ہوتے ہیں جس میں کیلشیم فاسفیٹ، کیلشیم یوریٹ، کیلشیم اوگزالیٹ (Calcium Oxalate) شامل ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کیلشیم استعمال کیا جاتا ہے تو پتھری کے بننے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ خوراک میں ایسی اشیاجن میں اوگزالیٹ موجود ہوتے ہیں جیسے ٹماٹر، ریوٹد چینی، چاکلیٹ، چائے، بلیون (Asparagus) اور پکی ہوئی پالک (خاص طور پر اگر صحیح دھلی ہوئی بھی نہ ہو) وغیرہ گردے کی پتھری بننے کا سبب بنتی ہیں۔

پتھری کے رجحانات

پتھری کا سبب بننے میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں: 20 سے 40 سال کی عمر کے دوران پیشاب آور ادویات کا استعمال، دافع تیزابیت (انٹی ایسڈ) یا غدود دَرَقِیَّہ (Thyroid Gland) کی ادویات کا استعمال، جسمانی نقل و حرکت کی کمی (Lack of physical Activity)، پرانی بیماریاں (Chronic Diseases)، خوراک میں کیلشیم کی کمی، نمک کی اور سُرخ گوشت کی زیادتی۔

پتھری کے بارے میں دو تحقیقی تجزیے

1 اٹلی میں کی گئی تحقیق کے مطابق گردے کی پتھری بننے کی تین بڑی وجوہات یہ ہیں: 1 کیلشیم کی کمی 2 سوڈیم کی زیادتی 3 گوشت پر مبنی پروٹین۔

2 جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر کیلشیم سٹریٹ کے مرکبات کو کیلشیم (Supplement) کے طور پر استعمال کیا جائے تو انسانی جسم میں پتھری کا رجحان نہیں بنتا۔ پتھری بننے میں اوگزالک ایسڈ (Oxalic Acid) یورک ایسڈ (Uric Acid) اور فاسفورک ایسڈ نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ میگنیشیم کی کمی بھی پتھری پیدا کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ لیکن اگر جسم میں کیلشیم کی کمی نہ ہو تو میگنیشیم کی بھی کمی نہیں ہونے پاتی۔

کیلشیم اوگزالیٹ (Calcium Oxalate) پر مبنی پتھری سے نجات حاصل کرنا قدرے مشکل ہے۔

پتھری کے مریض کے لئے پرہیزی و مفید چیزیں

پتھری کے مریض چائے، کافی، کولا مشروبات، ہر قسم کے گوشت، نمک اور تیزابی غذاؤں سے مکمل پرہیز کریں۔ مشروب کے طور پر لسی، گنے کا رس، شربت بزوری کا استعمال کریں۔

طبِ یونانی میں پتھری کا طریقہ علاج

* لیتھیم (Lithium) کے مرکبات (پتھری کو توڑ کر ذرات میں بدلنے کے طور پر) * اگر پیشاب کی نالی (Urinary Tract) میں پتھری کی وجہ سے انفیکشن موجود ہو تو چاندی کے مرکبات، ہلدی کے مرکبات اس میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ **بطور پیشاب آور:** * پتھر چٹ بوٹی کا استعمال، شربت بزوری * قلمی شورہ * تلسی کی دال کا استعمال، گنے کے رس کا استعمال۔

پتھری توڑنے کے لئے 2 نسخے

مع اجزائے ترکیبیہ کی مقدار و یومیہ خوراک

نسخہ 1 لیتھیم سٹریٹ 10 ملی گرام، پوٹاشیم کاربونیٹ 300 ملی گرام، میگنیشیم سٹریٹ 30 ملی گرام، سٹرک ایسڈ 40 ملی گرام، پتھر چٹ بوٹی کا سفوف 100 ملی گرام، تمام ادویات یک جان (Mix) کر کے صفر نمبر کے کیپسولز میں بھر لیجئے۔

خوراک شربت بزوری کے ساتھ صبح، دوپہر، شام ایک ایک کیپسول استعمال کریں۔ وقفہ وقفہ سے 24 گھنٹے میں کم از کم 16 گلاس پانی پئیں اور تلسی کی آدھا پاؤ دال روزانہ ضرور استعمال کریں۔

نسخہ 2 قلمی شورہ 20 گرام، جو کھار (اصلی) 10 گرام، تیزاب شورہ 5 قطرے ملا کر سفوف تیار کریں۔

خوراک پانی ملے دودھ کے ساتھ 2 سے 3 گرام سفوف استعمال کریں۔ اس نسخہ کے استعمال سے ان شآء اللہ بغیر کسی آپریشن کے پتھری کا علاج ممکن ہے۔

نوٹ: ہر غذا اور دوا اپنے ڈاکٹر یا حکیم کے مشورے سے ہی استعمال کیجئے۔

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے نومبر 2023 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		295737	1016705	1312442
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		31763	92428	124191
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4572	7897	12469
	پڑھنے والیاں	33602	84338	117940
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	4695	10468	15163
	شرکائے اجتماع	138376	368295	506671
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		34178	124036	158214
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		11207	29822	41029
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		135911	722222	858133
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		38633	92396	131029
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	141	865	1006
	شرکائے مدنی کورسز	3093	14706	17799

تحریری مقابلہ "ماہنامہ خواتین" کے عنوانات (برائے اپریل 2024)

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 جنوری 2024ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

شعبہ حج وعمرہ (برائے خواتین)

شعبہ حج و عمرہ (برائے خواتین) کے تحت تین طرح سے کام ہوتا ہے

(1) حج سنتوں بھرے اجتماعات (2) حاجی کیمپ وائیر پورٹ پر دینی کام (3) حرمین طیبین میں دینی کام

2023 میں ملک وبیرونِ ملک حجّنوں کی تربیت کے لئے تقریباً 241 مقامات پر حج سنتوں بھرے اجتماعات ہوئے جن میں شرکا کی تعداد 8239 اور حج کے لئے جانے والی خواتین کی تعداد 1621 رہی، نیز شرکا کو حج کے ضروری مسائل، آدابِ حاضریِ مدینہ اور دیگر مسائل سکھائے گئے۔

الحمدللہ ان ملکوں میں سنتوں بھرے حج اجتماعات ہوئے

پاکستان، عمان، کویت، قطر، بنگلہ دیش، بحرین، ترکی، عرب شریف، ایران، موزمبیق، اٹلی، سڈنی، ملبرن، ایڈیلیڈ (آسٹریلیا)، تنزانیہ، یوکے، آسٹریا، یوگنڈا، ڈنمارک، امیریکہ، کینیا، جرمنی، سویڈن، ماریشس، سی لنکا، ہانگ کانگ۔

حج سنتوں بھرے اجتماعات میں تقسیمِ کتب ورسائل کا سلسلہ بھی ہوا، جس میں رفیق الحرمین، عاشقانِ رسول کی 130 حکایات، اسلامی بہنوں کی نماز، حج وعمرہ کا طریقہ (میموری کارڈ)، اوقاتِ نماز وسحر وافطار تقسیم کئے گئے۔

حجّنوں کی تربیت کے لئے شعبہ حج وعمرہ (برائے خواتین) کے تحت حاجی کیمپ وائیر پورٹ پر بھی دینی کام کیا جاتا ہے۔ حاجی کیمپ وائیر پورٹ پر جانے والیوں کی تربیت کے لئے انہیں 8 دن کا "فیضانِ رفیق الحرمین کورس" کروایا جاتا ہے۔ 1444 سنِ ہجری میں بھی سیز بنگلہ دیش میں شعبہ حج وعمرہ (برائے خواتین) کے تحت حاجی کیمپ وائیر پورٹ پر عازماتِ مدینہ کی تربیت کی گئی۔

خواتین کی تربیت کے لئے رجب، شعبان، رمضان، ربیع الاول اور موسمِ حج میں ہر ہر لمحہ نیکیوں میں گزارنے اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ عازماتِ مدینہ کے لئے حرمینِ طیبین میں بھی دینی کام کئے جاتے ہیں۔

شعبہ حج وعمرہ (برائے خواتین) کی 1444 سنِ ہجری کی کارکردگی

ایامِ حج میں حرمین طیبین میں مختلف مقامات پر ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات، حج سنتوں بھرے اجتماعات اور محافلِ نعت کا سلسلہ ہوا جس میں تقریباً 401 خواتین نے شرکت کی سعادت پائی۔ جبکہ رمضان المبارک میں حرمین طیبین میں مختلف مقامات پر ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات، محافلِ نعت، سیکھنے سکھانے کے دینی حلقوں، ون ڈے سیشنز اور اصلاحِ اعمال کا سلسلہ ہوا جس میں تقریباً 1243 خواتین نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net
Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931